مُحافظِ اسلام و انسانیت

غلام مرتضیٰ علوی

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	محافظ اسلام وانسانیت
مصنف	:	غلام مرتضیٰ علوی
معاونت	:	محمد منہاج الدین قادری
کمپوزنگ	:	احمد وحید قادری
ڈیزائننگ	:	محمد یامین مصطفوی
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اوّل	:	فروری 2018ء
تعداد	:	1,000
قیمت	:	-/100روپے

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ ﴾

فہرست

پیش لفظ	۸
ملکی و قومی مسائل و چیلنجز	۱۳
ا۔ملک کے سیاسی مسائل اور چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار	۱۴
(ا) ملک کے 70 سالہ مسائل کا حقیقی حل	۱۴
(۲) احتساب کے لئے حقیقی اور واضح لائحہ عمل کی فراہمی	۱۵
(۳) دہشت گردی کے خاتمے کا لائحہ عمل	۱۷
(۴) دہشت گردی کے متبادل بیانیے کی فراہمی	۱۹
(۵) تعلیمی مسائل اور ان کا حل	۲۰
(۶) ملکیسیاسی اور انتخانی مسائل کا حل	۲۱
(۷) عوامی شراکتی جمہوریت کا پاکستانی ماڈل	۲۳
(۸) تبدیلی نظام کی عملی جدو جہد کا چیلنج	۲۵
۲۔ملک کے معاشی مسائل اور چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار	۲۷
(ا) سود سے پاک بنک کاری نظام کی فراہمی	۲۷
(۲) عوامی معاشی مسائل کا حل	۲۷
(۳) ملک کے معاشی بحرانوں کا قابل عمل حل	۳۰
۳۔علمی فتنے اور چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار	۳۴

(۱)فقہی و علمی جمود کا خاتمہ	۳۴
(۲)فتنہ انکارِ حجیت حدیث کا خاتمہ	۳۷
(۳)فتنہ ضعفِ حدیث کا خاتمہ	۳۸
(۴)فتنہ انکارِ تصوف کا خاتمہ	۳۸
(۵)فقہ حنفی کی عظمت کا علمی دفاع	۳۹
(۶)خاندانی منصوبہ بندی	۴۰
۴۔قانونی و عدالتی چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار	۴۱
(۱)حدود اللہ کا دِفاع	۴۲
(۲)تحفظِ ناموسِ رسالت	۴۲
(۳)شعائرِ اسلام پر حملے کا دِفاع	۴۳
(۴)ملکی عدالتی نظام کے مسائل کا حل	۴۴
۵۔اعتقادی مسائل اور چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار	۴۷
(۱)فتنہ قادیانیت کے چیلنج کا مقابلہ	۴۷
(۲)فرقہ واریت کے طوفان کا مقابلہ	۴۸
(۳)اہلبیت اطہار کی شان و عظمت کا دفاع	۴۹
(۴)ازواج مطہرات وصحابہ کرام کی عظمت و ناموس کا دِفاع	۴۹
(۵)خلفاء راشدین وصحابہ کرام کی عزت اور ناموس کا دِفاع	۵۰

(۶)اعتقادی فتنے اور ان کا خاتمہ	۵۰
(۷) آمد سید نا محمد مہدی کے بارے میں من گھڑت عقائد کا خاتمہ	۵۱
اُمت کے خلاف فتنے ،سازشیں ،مسائل اور اس کا حل	۵۶
(۱) گستاخی رسالت کے فتنے کے خاتمے کی جدوجہد	۵۸
(۲)اہانتِ قرآن کے فتنے کی سرکوبی	۶۲
(۳)انڈیا میں انتہا پسندی کے نظریات کا خاتمہ	۶۳
(۴) یورپی مسلمانوں کے معاشی استحکام کا حل	۶۳
(۵)یورپ میں مسلمانوں کی اقامت (Intigrations) کا چیلنج	۶۳
(۶)مسئلہ رویئت حلال اور اس کا حل	۶۸
اِنسانیت کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا سامنا	۷۱
(۱)دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچانا	۷۲
(۲)بین المذاہب رواداری کے ذریعہ امن کا فروغ	۷۳
(۳)انبیاء کرام کی عزت و ناموس کی حفاظت	۷۶
حرفِ آخر	۷۷

پیش لفظ

اللہ رب العزت نے بشر کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا، اِسے علم کی خیرات عطا کر کے اِس کے سر پر تاجِ خلافت رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خلیفہ کو اپنا نمائندہ اور مظہر بنایا، اِسے ظاہراً اور باطناً خوبصورت تخلیق کر کے اَشرف المخلوقات بنایا، ساری کائنات اور مخلوقات کو اُس کے لئے مُسخر کر کے اُنہیں انسانیت کی خدمت پر لگادیا۔ اِسی طرح اللہ رب العزت نے اسباب پیدا فرمائے اور نظامِ کائنات کو بحال رکھنے کے لئے قوانین بنائے لیکن اپنے خلیفہ کو امرِ کن کی شان اور فیض عطا فرما کر اُسے قوانین میں رَدوبدل کا اختیار دے دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کی شان کا مظہر ہوتے ہوئے کوئی پلک جھپکتے ہزاروں میل کی مسافت سے تختِ بلقیس لے آیا تو کوئی جنات سے مسجد تعمیر کرواتا رہا، کسی نے زمین پر حکومت کی تو کسی نے ہواؤں کو مطیع بنایا، کسی نے جنات کو غلام بنایا تو کسی کی خدمت پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو معمور کر دیا۔ یہ رب کا خلیفہ ہی ہے جو کبھی زِیرِ زمین قبر کے عذاب کو دیکھتا ہے تو کبھی عرش پر ملائکہ کی گفتگو بھی سنتا ہے، کسی نے قوم کی آزادی کے لئے فرعون کو للکارا تو کسی نے حق کی خاطر نارِ نمرود میں چھلانگ لگا دی، کوئی زمین پر بیٹھ کر ستاروں کی پیمائش کرتا رہا تو کوئی کہکشاؤں کو گردِ سفر بنا کر گزر گیا، کسی نے مُردوں کو زندہ کیا تو کسی نے درختوں اور پتھروں کو حیات بخشی، کسی نے لاکھوں مربع مِیل فتح کیا تو کسی نے تنہا 90 لاکھ انسانوں کو کلمہ پڑھا دیا، کسی نے 22 لاکھ مربع میل پر دنیا کی سب سے بڑی فلاحی ریاست قائم کی تو کسی نے اپنے علم سے انسانیت کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا، کسی کی ایک ایجاد نے انسان کو ستاروں سے آگے دیکھنے کی طاقت دی تو کسی نے اپنی ایجاد سے انسان کو اپنے اندر جھانک کر نئی دنیا دریافت کروائی الغرض اس کائنات میں ہزاروں ایسے آئے جن میں سے ہر ایک نے تنہا لاکھوں افراد سے بڑھ کر معاشرے میں کردار ادا کیا، اکیلے شخص نے قوموں کی سوچ بدلی، ملکوں کے نقشے اور جغرافیے تبدیل کیئے، بعضوں نے تنہا مردہ قوموں کو زندگی بخشی تو بیشتر نے اپنے لئے نیا جہاں خود تخلیق کر لیا۔ ایسے ہر باکمال فرد نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں سے اللہ تعالی کے نائب

ہونے کا ثبوت دیا۔

اللہ رب العزت نے ایک ہستی حضور نبی اکرم ﷺ کو سب سے بڑھ کرکمالات و اختیارات سے نوازا۔ اللہ پاک کے عطا کردہ کمالات کی بدولت مخلوقات نے حضور نبی اکرم ﷺ کے حضور سجدہ کیا ،وہ درختوں کوحکم دیتے تو وہ زمین کا سینہ چیر کرسجدے کرتے، پتھر کلمہ پڑھتے ،چاند دوٹکڑے ہوا، ڈوبا ہوا سورج بھی واپس پلٹا، سب سے بڑھ کرمختصر ترین وقت میں محدود وسائل کے ساتھ دنیا میں سب سے بڑا انقلاب برپا کر دیا، لوگوں کے اَخلاق، کردار، اَعمال، سوچ، فکر، نظریات اورعقائد ہر شے بدل گئی۔ بقولِ شاعر

ان کے فیضِ ہم نشینی کی کرامت ہے عجب
بن گئے صحرا نشین بھی پوری دنیا کے امام

حضور ﷺ کے وِصال کے بعد ہر دور میں ایسے نابغہ روزگار اور یکتائے زمانہ افراد ہوہے ہیں جنہوں نے عروج و زوال کی تاریخ خود لکھی۔ ایسی ہی ایک ہستی جو گزشتہ نصف صدی سے زمانے کے ہر طوفان کا مقابلہ کر رہی ہے ہر فتنہ کی آگ کو تنہا بجھا رہی ہے۔ایک ایسی ہستی جس نے امن کا تباہ کرنے والی ملکی اور بین الاقوامی طاقتوں کی ہر سازش کو اللہ کے کرم، اُس کی عطا کردہ توفیق اورعلم وحکمت سے ناکام کیا ہے۔ یہ عظیم شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے۔

یہ تنہا ایک وجود ہے جس نے گزشتہ نصف صدی سے ملکی، قومی اور بین الاقوامی ہر فتنے کا خاتمہ کیا اور آنے والے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا ہے۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایسی ہستی ہیں جنہوں نے ایک ہزار کتب لکھ کر یورپ اور عرب وعجم کی علمی پیاس بجھائی، علم حدیث میں قلم اٹھایا تو 14 سو سالہ تدوینِ حدیث کی تاریخ میں 30 جلدوں میں ''جامع السنہ'' کی صورت میں ایک غیر معمولی باب کا اضافہ کیا ہے۔محض 4 دھائیوں میں پوری دنیا میں تنظیمی نیٹ ورک قائم کیا۔بغیر کسی حکومتی وسائل کے پورے ملک اور دنیا میں سینکڑوں تعلیمی اداروں

کا نیٹ ورک قائم کیا۔ایسی شخصیت جس نے اپنے صوفیانہ کردار و اخلاق سے شرق تا غرب لاکھوں انسانوں کو محبت کی لڑی میں پرو کر انہیں خدمتِ دین کے جذبے سے لبریز کر دیا۔ جس نے قوتِ عشقِ محمدی ﷺ سے لاکھوں لوگوں میں قوم کو نظام کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے جان تک قربان کرنے کا جذبہ پیدا کردیا۔اسی طرح فتنہ قادیانیت ہو یا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف سازشیں، فتنہ انکارِ حجیت حدیث ہو یا ضعیف حدیث کا مسئلہ، انکارِ علمِ تصوف ہو یا تعلیمات صوفیاء کا انکار، کسی نے سود کا متبادل نظام مانگا یا احتساب کا لائحہ عمل، ملکی تعلیمی مسائل کا حل ہو یا نصاب تعلیم کی پیچیدگیاں، 70 سالہ بوسیدہ عدالتی نظام کے مسائل ہوں یا مقروض معیشت کے مسائل، انتخابی نظام میں اصلاحات ہوں یا متناسب نمائندگی کا متبادل نظامِ انتخاب، بین الاقوامی سطح پر گستاخیِ رسول کا فتنہ ہو یا اہانتِ قرآن کا فتنہ، پوری دنیا میں دہشت گردی کا ناسور ہو یا تہذیبوں کے تصادم کا خطرہ، یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کی (Intigration) کا معاملہ ہو یا ان کے معاشی استحکام کے مسائل،غیر مسلموں سے تعلقات کے مسائل ہوں یا رؤیتِ ہلال کے جھگڑے،ملکی عدالتوں گستاخ رسول کی سزا کے تعین کا معاملہ ہو یا قادیانیوں کے اسلامی شعائر کے استعمال کا فتنہ، گستاخی اہل بیت کا فتنہ ہو یا خلفاء راشدین وصحابہ کرام کی شان اقدس میں گستاخی کا معاملہ

الغرض پچھلی نصف صدی میں جن فتنوں نے سر اٹھایا، جس علمی ،فقہی ،معاشی حتیٰ کہ سائنسی مسئلے پر قوم، اُمت یا اِنسانیت نے رہنمائی مانگی،تو تنہا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے عطا کردہ علم و رحمت کے سمندر سے اِنسانیت کی راہنمائی کی اور ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ زیر نظر مضمون میں ہم گزشتہ نصف صدی میں ملکی،قومی اور بین الاقوامی سطح پر آنے والے فتنوں ،مسائل اور چیلنجز کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیسے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کا کیا کیا حل تجویز فرمایا۔طوالت سے بچنے کے لئے ہر عنوان کو مختصر رکھا گیا جبکہ اہمیت کی پیش نظر چند موضوعات کی تفصیل دی گئی ہے۔

غلام مرتضٰی علوی

موجودہ صدی ہجری کی ابتداء واضح کر رہی تھی کہ فتنوں کا ایک طوفان امنڈ رہا ہے اور مسائل ہیں جو کہ حشرات الارض کی طرح پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔فتنوں اور مسائل کے گٹھ جوڑ سے زندگی کے ہر میدان میں نئے نئے چیلنجز پیدا ہو رہے تھے۔محرم الحرام 1400ھ بمطابق 1981ء نئی صدی ہجری کا سورج طلوع ہوا جب برصغیر پاک و ہند کا مطلع روشن ہوا تو کچھ ایسا منظر دکھائی دے رہا تھا۔مسلمانانِ برصغیر بے مقصد زندگی گزار رہے تھے مذہبی، سیاسی، معاشرتی طبقات دن بدن ذلت و رسوائی میں گرتے جا رہے تھے۔ اجتماعی طور پر معاشرے میں

1۔ تنگ نظری اور انتہا پسندی تیزی سے پروان چڑھ رہی تھی۔

2۔ فکروعمل کا دائرہ کار محدود ہو چکا تھا ہر طبقے اور جماعت نے دین کے ایک حصے کو کل دین بنا لیا تھا۔

3۔ تکفیری رویہ(اپنے علاوہ دوسروں کو کافر قرار دینا)تبلیغ کا لازمی نصاب بن چکا تھا۔

4۔ مسلمانانِ برصغیر متعدد فرقوں میں بٹ چکے تھے۔

5۔ مدارس میں صدیوں پرانے نصاب کی تدریس جاری تھی جس سے مبلغ نہیں مناظر پیدا ہو رہے تھے۔

6۔ روحانی مراکز علم و عمل سے دور ہوکر رسم و رواج اور توہمات کا گڑھ بن چکے تھے۔

7۔ حرص وحوص اور لوٹ مار کے نظام نے ملک پاکستان کو معاشی طور پر دیوالیہ کر دیا تھا۔

8۔ کلاشنکوف اور افیون کلچر جہاد افغانستان کے ثمرات کے طور پر عام ہو رہا تھا۔

9۔ جہاد افغانستان کے نام پر پاکستان کی قیادت ملک کو جنگ میں دھکیل چکی تھی

10 ۔فتنہ قادیانیت پھر سے سر اٹھا رہا تھا۔

ان حالات کے باعث وطن عزیز میں ہر روز ایک نیا فتنہ جنم لیتا رہا، اندرونی اور

بیرونی دشمن ہر روز نئی سازشیں کرتے رہے۔ ان فتنوں اور سازشوں کے نتیجے میں نئے نئے چیلنجز جنم لیتے رہے۔

ایسے حالات و واقعات میں اللہ رب العزت ان فتنوں اور چیلنجز کے مقابلے کیلئے اپنے بندوں کو توفیق و عنایت سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں ایک ایسی ہستی پیدا فرماتا ہے جو اللہ کے کرم سے اِنسانیت کی تقدیر بدل دیتی ہے، طوفانوں کا رخ موڑ دیتی ہے۔ جس کے علم، رحمت اور بصیرت سے کوئی ایک طبقہ قوم یا اُمت نہیں بلکہ انسانیت فیض پاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو خوشخبری عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اِنَّ اللّٰہ یَبۡعَثُ لِھٰذِالْاُمَّۃعَلٰی رَاسِ کُلِّ مِائَۃَ سَنَۃٍ مَنۡ یُجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا“

اللہ تعالیٰ اِس اُمت کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایک ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو اس اُمت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

یہ مجدد ہی ہوتا ہے جو پوری صدی کے چیلنجز کا مقابلہ کرتا ہے اور اسلام کی مٹتی ہوئی اقدار کو پھر سے زندہ کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کی یہ کرم نوازی ہوئی کہ 1980 میں ہی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں عظیم تجدیدی تحریک کی بنیاد رکھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کا وجود مسلمانانِ برصغیر اور پوری امت مسلمہ کے لئے طلوع صبح نو ثابت ہوا۔ اِحیاء اسلام اور تجدید دین کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ لاہور شادمان کے چند مربع فٹ کے آفس سے شروع ہونے والی تحریک محض 30 سال کے عرصے میں پانچوں آباد براعظموں کے 100 سے زائد ممالک میں پھیل گئی۔ قائد تحریک نے چونکہ پوری اُمت اور انسانیت کے لئے خدمات سرانجام دینی تھیں لہذا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے

1۔ اپنی سوچ اور فکر کی بنیاد مکمل طور پر قرآن و سنت کی تعلیمات پر رکھی ہے۔

2۔ مسلکی، لسانی، علاقائی اور قبائلی ہر قسم کی عصبیت کی محدود دائروں سے بلند تر ایک آفاقی جدوجہد کا آغاز کیا۔

3۔ ملکی و بین الاقوامی سطح پر محبت، امن اور علم کے فروغ کو اپنا نصب العین بنایا۔

معزز قارئین ! محافظ اسلام اور انسانیت کے اس مضمون کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر کے یہ دیکھیں گے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ان کا مقابلہ کیسے کیا؟

۱۔ ملکی وقومی مسائل وچیلنجز کا مقابلہ

۲۔ امت کے خلاف فتنوں اور سازشوں کا خاتمہ

۳۔انسانیت کو درپیش خطرات وچیلنجز کا مقابلہ

۱۔ملکی وقومی مسائل وچیلنجز میں ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار

پاکستان دنیا کے نقشے پر اُبھرنے والی دوسری نظریاتی ریاست ہے۔ پاکستان کا نظریہ، نظام اور قانون ریاستِ مدینہ کی طرح ''لاالہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ اس تشخص کو مٹانے، مسلمانوں کے عقائد کو کمزور کرنے اور انہیں باہم دست وگریباں کرنے کے لئے گزشتہ نصف صدی میں سینکڑوں فتنوں نے جنم لیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تنہا ان فتوں کا مقابلہ کیا۔ملکی و قومی سطح پر پیش آنے والے ان فتنوں کو ہم درج ذیل پانچ موضوعات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ملک کے سیاسی مسائل اورچیلنجز

۲۔ملک کے معاشی مسائل اورچیلنجز

۳۔علمی طور پر پیش آنے والے مسائل اورچیلنجز

۴۔قانونی مسائل اور چیلنجز

۵۔اِعتقادی مسائل اور چیلنجز

۱۔ملکی سطح پر سیاسی چیلنجز میں ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار

پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں متعدد سیاست دان آئے، معیشت دان آئے، فلاحی اور سماجی خدمات دینے والے انسانیت کے ہمدرد آئے، حکمران آئے، فوجی ڈکٹیٹر آئے مگر کوئی بھی اس ملک کے مسائل کو سمجھ کر اس کا حقیقی حل نہ دے سکا۔ ہر دور حکومت میں مسائل بڑھتے چلے گئے۔قیام سے لے کر اب تک وطن عزیز کو اس مختصر سے عرصے میں کئی بحرانوں کا سامنا کرنا پڑا۔انڈیا اور افغانستان کی بیرونی جنگوں کے علاوہ قرضوں میں ڈوبی معیشت، انصاف کے لیے عدالتوں میں کئی کئی نسلوں کی ذلت و رسوائی، ہسپتالوں میں سہولیات نہ ہونے کے باعث دم توڑتے مریض، بم دھماکوں میں شہید ہونے والے ہزاروں شہری، تعلیم سے محروم کروڑوں بچے، سو سالہ پرانا تعلیمی نظام، سب سے بڑا نوجوان آبادی پر مشتمل بے روزگار معاشرہ، الغرض پولیس کا گھسا پٹا ظالمانہ نظام ہو یا دھاندلی پر مشتمل انتخابی نظام، ہر سمت پھیلی کرپشن ہو یا قومی وسائل پر قابض چند خاندان، بجلی کا بحران ہو یا پیٹرول کی قیمتوں میں آئے روز اضافہ، جس سمت دیکھا جائے سیاسی میدان میں مسائل اور بحرانوں کی ایک طویل فہرست ہے جو چیلنج بن کر کسی محبّ وطن سیاسی و نظریاتی لیڈر کی منتظر ہے۔

(ا) پاکستان کے 70 سالہ مسائل کا حقیقی حل

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں چند لیڈروں کو چھوڑ کر ہر حکمران جماعت نے ملک کے مسائل میں اضافہ کیا۔پاکستان کی تاریخ میں ڈاکٹر طاہر القادری کی صورت میں واحد سیاستدان ایسا آیا جس نے اپنی عملی سیاست کے آغاز سے 20 سال قبل طویل مطالعہ، تحقیق اور ریسرچ کے بعد اس ملک کے جملہ مسائل کا واحد حل **’’نظام کی تبدیلی‘‘** تجویز کیا۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، عدالتی اور قانونی ہر سطح پر پرانے فرسودہ استحصالی نظام کا خاتمہ ہی اس ملک

کے جملہ مسائل کا حل ہے۔ پاکستانی تاریخ کا واحد سیاست دان ہے جس نے 25 مئی 1989ء کو اپنی سیاسی جماعت کی بنیاد رکھتے ہوئے یہ لفظ کہے کہ'' میری جنگ کسی پارٹی یا جماعت کے خلاف نہیں بلکہ اس فرسودہ اور استحصالی نظام کے خلاف ہے''۔ الحمراء ہال، اقبال ہال، PC اور فلیٹیز ہوٹل کے ہال ہوں یا 23 دسمبر 2012ء کو مینار پاکستان میں پاکستانی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ، آج 30 سال مکمل ہو چکے ہیں ہر موقع پر ڈاکٹر طاہر القادری نے ایک ہی بات کہی ہے کہ نظام بدلو، نظام بدلو، نظام بدلو اگر اس ملک کا مقدر بدلنا ہے تو اس کا نظام بدلو۔ 2013ء کا دھرنا ہو یا 2014ء کا دھرنا تقریباً ایک سال مسلسل متعدد TV چینلز پر سینکڑوں انٹرویوز میں پوری قوم اور اس کے اداروں کو سمجھایا کہ نظام کی تبدیلی کے بغیر مسائل بڑھ سکتے ختم نہیں ہوسکتے ہیں۔

جاہل عوام، خود غرض اور ہوس پرست سیاستدان یہ سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے دونوں دھرنے ناکام ہوئے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی نہ آواز دبی ہے اور نہ اس نے فکر چھوڑی ہے۔ جس دن تبدیلی کا سورج طلوع ہوا پوری قوم پکارے گی کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری ٹھیک کہتے تھے۔ پھر اس ملک کا ہر ادارہ اور بے حس عوام کہے گی کہ اگر 30 سال پہلے ہمیں یہ سمجھ آجاتا تو ہماری دو نسلیں ذلت و رسوائی کی موت نہ مرتیں۔ اگر ہم یہ بات وقت پر سمجھ لیتے تو بے روزگاری، غربت اور سیاسی و معاشی بدحالی کا دور اتنا طویل تو نہ ہوتا۔ جہاں اس قوم اور اس کے مؤثر افراد کی جہالت اور ہٹ دھرمی پر تعجب ہے وہاں بے غرض بے لوث، مخلص اور جرأت مند قیادت اور اس کے کارکنان کو سلام ہے جو 30 سالوں سے اس قوم کی بے حسی اور حکمرانوں کے ظلم و تشدد کے باوجود اپنے عزم اور جدوجہد سے ایک بال برابر پیچھے نہیں ہٹے۔

(۲) احتساب کا حقیقی اور واضح لائحہ عمل کی فراہمی

وطن عزیز کے سیاسی مسائل میں سے سب سے بڑا اور اہم مسئلہ احتساب کا نہ ہونا

ہے۔ ملک کا گھسا پٹا عدالتی نظام صرف مجبور، بے بس اور کمزور شہری کو چھوٹی موٹی کرپشن پر احتساب کے شکنجے میں جکڑنے کے لیے رہ گیا ہے۔ قوم کے ہر فرد کا عدالتی نظام پر اعتماد اس قدر اٹھ چکا ہے کہ زبان زدِ عام ہے کہ حکمرانوں کا حقیقی احتساب نہیں ہوسکتا۔ طاقتور کو قانون کے سامنے نہیں جھکایا جاسکتا۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے قوم اور اس کے اداروں کو جھنجھوڑنے کے لیے عظیم الشان اِحتساب مارچ کیا۔ پاکستانی سیاسی تاریخ میں پہلا مارچ تھا جو سیاسی کلچر کی اِصلاح کے لیے تھا۔ مارچ کے اِختتام پر جہاں قوم کو پیغام دیا وہاں اِنتخابات سے قبل اِحتساب کو لازمی قرار دیتے ہوئے اس کا مکمل لائحہ عمل دیا۔ آپ نے واضح کہا کہ ملک کے مسائل کا واحد حل نظام کی تبدیلی میں ہے اور نظام کی تبدیلی کے لیے قیادت کی تبدیلی ضروری ہے اور قیادت بدلنے کے لیے انتخابی نظام میں اِصلاحات اور اِحتساب ضروری ہیں۔ اُس وقت آپ نے اِحتساب کا نظام دیتے ہوئے کہا کہ اس کا آغاز سیاستدانوں سے کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ قومی وصوبائی سطح کے 500 سیاستدانوں کو لے لیں۔ ایک ایک سو سیاستدان چار ہائی کورٹس اور ایک سوسپریم کورٹ، میں تقسیم کردیئے جائیں۔ ایک ماہ تک قوم کے کیسز بند رکھے جائیں اور تمام عدالتی مشینری 500 سیاستدانوں کا احتساب کرے۔ کرپٹ سیاستدانوں کے سینکڑوں جرائم میں سے ایک جرم ثابت ہو جائے تو نااہل کرکے ہمیشہ کے لیے سیاست سے آؤٹ کردیا جائے۔ صرف ایک ماہ میں قوم کو کرپشن سے نجات دی جاسکتی ہے۔ قوم، عدلیہ اور اس کے مؤثر طبقات کو بات سمجھ نہ آئی۔

ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے اِحتساب کا نظام مانگا گیا تو آپ نے اِحتساب کا لائحہ عمل دیتے ہوئے کہا کہ جس شخص کے مالی اثاثے اُس کی آمدن سے زائد ہوں تو عدالت انکوائری نہ کرے کہ اُس نے کہاں سے کمائے، وہ فرد خود ثابت کرے کہ اُس نے اِضافی آمدن کہاں سے لی۔ اگر ثابت کرلے تو درست بصورت دیگر اسے گرفتار کرکے اُس کے اثاثے ضبط کرلیے جائیں۔ اس وقت کے حکمران پرویز مشرف نے یہ قانون اپنے

سیاسی مخالفوں پر لگا کر انہیں اپنے ایجنڈے پر راضی تو کرلیا مگر اس سے سیاسی کلچر میں گندگی اور بھی پھیل گئی۔ تعجب ہے کہ اُس دور کی عدلیہ کو یہ بات سمجھ نہ آئی لیکن آج اُسی اصول کے تحت وفاقی وزیر خزانہ کے بینک اکاؤنٹ منجمد کرکے اسے اشتہاری قرار دے دیا گیا۔ اس پر مزید تعجب یہ ہے کہ ہزاروں کرپٹ سیاستدانوں میں سے اِس قانون کے مطابق ایک کا اِحتساب ہوسکتا ہے تو بقیہ کا کیوں نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ کوئی اس کرپشن کے کلچر کو حقیقی طور پر بدلنا ہی نہیں چاہتا لیکن ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں ایک شخصیت تو ہے جو ہر مسئلے کا حل دے رہی ہے۔

(۳) دہشت گردی کے خاتمے کے لائحہ عمل کی فراہمی

دہشت گردی کے ناسور نے اس قوم کے 70 ہزار سے زائد معصوم شہریوں، اور افواج پاکستان اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نوجوانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ دہشت گردی نے خوف و ہراس کا ایسا ماحول پیدا کردیا کہ عوام کے ساتھ ساتھ کوئی حکومتی ادارہ بھی اس سے محفوظ نہیں رہا۔ ہر طرف لاشوں کے انبار لگنے سے معاشرے کا ہر طبقہ متاثر ہوا، پورا ملک ایمرجنسی کی کیفیت سے دوچار ہوگیا۔ کروڑوں نہیں اربوں روپے ماہانہ سیکیورٹی اور تحفظ کے لیے خرچ ہونے لگے۔ کبھی راہ نجات اور کبھی ضرب عضب کے آپریشنوں میں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے۔ الغرض پوری قوم پر جنگ مسلط کر دی گئی۔ ان حالات و واقعات میں حسب ذیل پریشان کن مسائل سامنے آئے

۱۔ پاکستانی افواج کو ہاتھوں میں قرآن اٹھائے، لمبی داڑھیوں کے ساتھ، اللہ اکبر کے نعرے لگاتے دہشت گردوں سے نمٹنے کے لیے شرعی دلیل کی ضرورت پڑی۔

۲۔ حکمران طبقات دہشت گردوں کے تحفظ کے لیے اُن سے مذاکرات کا ڈھونگ رچانے لگے۔

۳۔ کوئی بھی دہشت گردوں کے سہولت کاروں کو بے نقاب نہیں کر رہا تھا۔

۴۔ کسی کو اندرونی دہشت گردی کے اسباب سمجھ نہیں آ رہے تھے۔

۵۔ کسی کے پاس دہشت گردی کا متبادل بیانیہ نہیں تھا۔

٦۔ ایسی فضاء قائم ہو چکی تھی کہ بعض لوگ حرام موت مرنے والے دہشت گردوں کو شہید قرار دے رہے تھے تو تنہا ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پوری قوم اور اداروں کی رہنمائی کی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں700 صفحات پر مشتمل دہشت گردی کے خلاف فتویٰ دے کر واضح کیا کہ معصوم شہریوں کا قتل جائز سمجھ کر انہیں قتل کرنے والے مسلمان نہیں ایسے لوگ نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں بلکہ جہنم کے کتے ہیں۔ وہ کسی بھی کیفیت میں ہوں ان کو قومِ عاد و ثمود کی طرح قتل کرنا لازم ہے۔

جب حکمران اور ہر سیاسی جماعت دہشت گردوں سے مذاکرات کا راگ الاپ رہی تھی اور حکمران مذاکرات کی آڑ میں دہشت گردوں کو ملک سے فرار کروا رہے تھے تو تنہا ایک شخصیت ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے متعدد ٹی وی چینلز پر قرآن و حدیث کے دلائل کی قوت سے کلمہ حق بلند کر رہی تھی کہ دہشت گردوں سے مذاکرات کرنا غیر شرعی، غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور غیر آئینی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دہشت گردوں کو قوم عاد اور ثمود کی طرح قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں طاقت سے کچلا جائے وہ ہتھیار پھینکیں اور اپنے آپ کو قانون کے حوالے کریں تو پھر عدلیہ ان کے جرم کو دیکھ کر فیصلہ کرے۔

یہ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری تھے ہی جنہوں نے درجنوں احادیث کی روشنی میں واضح کیا کہ دہشت گردوں کے سہولت کار بھی ان کے شریکِ جرم ہیں۔ ان کو گرفتار کر کے دہشت گردوں کی طرح سخت ترین سزا دینا بھی لازم ہے۔ جب کسی پر دہشت گردی کے اسباب واضح نہیں تھے تو اس وقت شیخ الاسلام نے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے پوری قوم پر واضح کیا کہ دہشت گردی و انتہا پسندی کا نتیجہ ہے اور انتہا پسندی تنگ نظری کی پیداوار ہے۔ اور تنگ نظری کی بنیاد جہالت ہے۔ جب تک جہالت اور تنگ نظری کا خاتمہ نہیں ہوگا تب

تک انتہا پسندی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے نہ صرف دہشت گردی کے اسباب واضح کیے بلکہ اُن کا حل بھی دیا ہے۔ مدارس میں نصاب کی تبدیلی سے لیکر سیاسی کلچر میں تحمل و برداشت کے رویے تک ہر ہر پہلو سے تنگ نظری اور انتہا پسندی کے خاتمے کا لائحہ عمل دیا۔

جب دہشت گردوں کے سہولت کار اور بعض اسلامی تعلیمات سے بے خبر لوگ میڈیا پر حرام موت مرنے والے دہشت گردوں کو شہید کہہ رہے تھے تو اس وقت شیخ الاسلام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا کہ دہشت گردوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہونے والے فوجیوں کا درجہ عام شہداء سے 10 گنا زیادہ ہے۔

الغرض ہر اٹھنے والے سوال کا جواب دیا، دل و دماغ میں پیدا ہونے والے وسوسوں کا ازالہ کیا، سہولت کاروں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ واضح طور پر بتا دیا کہ دہشت گردوں سے مذاکرات ناکام ہونگے۔ مکمل حل اور متبادل بیانیہ دیا مگر بے حس قوم، بے ضمیر حکمران اور مصلحت کا شکار ادارے ہزاروں لوگوں کو شہید ہوتا دیکھتے رہے۔ سینکڑوں معصوم، بچوں کو شہید کروا کر پھر ضرب عضب کا اعلان کیا، پھر سہولت کاروں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا۔ پھر مدارس کی رجسٹریشن کے ضابطے بھی بننے لگے اور پھر ردُّ الفساد کے نام سے آپریشن بھی شروع کیئے گئے۔

بقول غالب

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۴) دہشت گردی کے متبادل بیانیے کی فراہمی

جب کسی کو متبادل بیانے کا شعور تک نہ تھا، کسی تنظیم، ادارے، یونیورسٹی یا حکومت

نے دہشت گردی کے اسباب کے حقیقی خاتمے کے لیے کسی سطح کا سلیبس (نصاب) پیش نہیں کیا تھا تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس معاشرے سے فتنے کی آگ کو بجھانے کے لئے اردو اور انگلش میں 25 کتابوں پر مشتمل نصاب اَمن کے نام سے متبادل بیانیے کی صورت میں پیش کر دیا۔

(۵) تعلیمی مسائل اور ان کا حل

جہالت تمام مسائل اور بربادیوں کی جڑ ہے۔آزادی کے 70 سالہ دور میں محض محمد خان جونیجو مرحوم کے نئی روشنی پراجیکٹ یا ہائر ایجوکیشن کمیشن میں ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کے دور کو نکال دیا جائے تو جہالت کے فروغ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اکیسویں صدی کے اس ترقی یافتہ معاشرے میں سینکڑوں گاؤں اور قصبے آج بھی سکولوں سے محروم ہیں۔ اگر تعلیم کے سیکٹر میں نجی سکولوں کو نکال دیا جائے تو حکومت کا دامن علم سے خالی ہے۔قوم کو جاہل رکھنا آمروں اور سیاستدان کے ایجنڈے میں شامل رہا ہے۔

ایک فوجی آمر کے دور اقتدار میں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے ملکی مسائل اور ان کے حل پر رہنمائی مانگی گئی تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ جہالت اور اس کا حل تعلیمی ایمرجنسی ہے۔آپ نے کہا کہ اس ملک میں آمر اور حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے ایمرجنسی لگاتے رہے اگر ملک کا مستقبل روشن کرنا ہے تو کم از کم 10 سے 15 سال تک تعلیمی ایمرجنسی لگائی جائے۔حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادگرامی ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے“ کے تحت ہر بچے پر پڑھنا لازم کر دیا جائے اور بچوں کو سکول نہ بھیجنا والدین کے لیے جرم قرار دیا جائے۔ اس حل کے دینے پر کہا گیا کہ لائحہ عمل تو درست ہے مگر اس ایمرجنسی کے بعد کروڑوں بچے سکول آئیں گے تو اتنے سکول (بلڈنگ) فرنیچر اور اساتذہ کہاں سے آئیں گے خزانہ تو خالی ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے ہر مسئلے کا حل دیا۔آپ نے کہا کہ جس طرح ملک کے کئی محکمے واپڈا، ریلوے، ہسپتال، فیکٹریاں اور کارخانے

تین تین شفٹوں میں کام کرتے ہیں اسی طرح تعلیمی ادارہ جات کو بھی تین شفٹوں میں کر دیا جائے۔ ساڑھے 5 گھنٹے کے تدریسی دورانیے کی تین شفٹیں لگائیں اور ایک اینٹ مزید لگائے یا ایک کرسی مزید خریدے بغیر اِنہی موجودہ وسائل کے ساتھ قوم کو تعلیم دیں۔ سوال کرنے والے حیرت میں گم تھے انہوں نے پوچھا کہ دو شفٹوں کے اساتذہ کے لیے تنخواہ کہاں سے آئے گی تو آپ نے کہا کہ آپ نسلوں کو سنوارنا چاہتے ہیں تو اس قوم کے دو فرد ایک آپ اور ایک صدر محترم رہائش کے لیے سرکاری گھر چھوڑ دیں اور ذاتی رہائش گاہ پر آرام کریں تو اتنا بجٹ بچ جائے گا کہ تمام اساتذہ کو تنخواہ دی جا سکے گی۔ مذاکرات کی ٹیبل پر پڑی بجٹ کی منظور شدہ کاپی حکمرانوں سے قوم کی تعلیم کی بھیک مانگتی رہی لیکن روشنی ہار گئی اور تاریکی اسی طرح قوم پر مسلط رہی۔ ہاں دکھلاوے کے لیے شہروں کے بعض سکولز کو پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے طور پر کرائے پر دے دیا گیا اور کمیونٹی سنٹرز، سکولز کے نام پر چند ادارے بنا دیئے گئے۔

(٦) ملکی سیاسی اور انتخابی مسائل کا حل

اِس ملک کے سیاسی اُفق پر70 سالوں میں سے نصف عرصہ سیاسی ڈکیٹیٹروں نے جب کہ نصف زمانہ فوجی آمروں نے حکومت کی۔ جس کو ذاتی طور پر جو بہتر لگا اس نے وہی نظام اپنایا یا قانون کو اپنی مرضی کے مطابق بدل دیا۔ کسی نے صدارتی نظام رکھا تو کسی نے پارلیمانی، کسی نے نیشنل سیکیورٹی کونسل بنائی تو کوئی امیر المومنین بننے کے خواب دیکھنے لگا، کسی نے جاہلوں کو اسمبلیوں سے نکالنے کے لیے گریجویشن کی شرط عائد کی تو کسی نے ایوان کو مچھلی منڈی بنانے کیلئے وہ شرط ختم کر دی، کبھی فوجی ڈکیٹیٹروں نے الیکشن کروا کر جمہوریت چلائی تو کبھی منتخب سیاسی حکمرانوں نے ملک میں فوجی عدالتیں بنائیں، کسی نے تیسری مرتبہ حکمران بننے کے لیے آئین میں ترمیم کر لی تو کسی نے نظریہ ضرورت پر عمل کرتے ہوئے ایمرجنسی کے نفاذ کو جائز قرار دیا، کسی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا تو کسی نے چور دروازے سے قانون پاس کروا کر ان کو سیاسی مقام دلوانے کی کوشش کی، کسی نے62,63 کی شق کا اضافہ کر کے

کرپٹ بدعنوان اور چوروں کا راستہ روکا تو کسی نے اسمبلی کو توڑنے کا اختیار اپنے پاس رکھ لیا، الغرض آئین میں ترمیم کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہر صاحبِ اقتدار نے اپنے دورِ حکمرانی کو طول دینے کے لیے نظام میں سے اپنا راستہ بنایا، قوانین بدلے، اپنا دور حکمرانی پورا کیا اور قوم کے مسائل اور تکالیف میں اضافہ کیا۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 30 سالہ سیاسی سفر میں ہر موقع پر سیاسی مسائل کا حل دیا۔ قوم کو اس عذاب سے نکالنے کی جدوجہد کی، ترقی یافتہ اقوام کی طرح اپنی قوم کو فرسودہ نظام سے نکل کر ترقی کی منازل طے کرنے کے راستے دکھائے۔ 30 سالہ سیاسی سفر میں سے چند اہم ترین پہلو حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی نظام کی پاکیزگی کے لیے کئی مرتبہ احتساب کا لائحہ عمل دیا۔

۲۔ سیاست میں سب کو نمائندگی کے لیے متناسب نمائندگی کا نظام پیش کیا۔

۳۔ مشرف دور میں مکمل بلدیاتی انتخابی نظام دیا جس کے مطابق ایک مرتبہ الیکشن ہوئے، ہر طبقے کو نمائندگی میسر آئی اور اختیارات نچلی سطح تک منتقل ہوئے۔

۴۔ 23 دسمبر 2012 میں پاکستانی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ کرکے مفاہمت کے نام پر سیاسی مک مکا کو توڑتے ہوئے انتخابی نظام میں اصلاحات تجویز کیں۔ اس کے نفاذ کے لیے دھرنا دیا اور حکمرانوں اور اُن کے اتحادیوں کو میڈیا کے سامنے کھڑا کر اِعتراف کروایا مگر کوئی اِس کی آواز کو سمجھ نہ سکا۔ پھر وہی ہوا تمام سیاسی جماعتوں نے مل کر اِس نظام میں ذرہ برابر تبدیلی نہ ہونے دی۔

۵۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے 11 مئی 2014ء کو ایک مرتبہ پھر ملک کے سیاسی نظام میں تبدیلی کے لیے مکمل لائحہ عمل دیا۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عوامی شراکتی جمہوریت کا پاکستانی ماڈل پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک کو اقتدار میسر آیا تو ہم اقتدار عوام الناس کو منتقل کردیں گے۔

(۷)عوامی شراکتی جمہوریت کا پاکستان ماڈل

دنیا کی حقیقی جمہوریتیں ،جدید انتظامی وحکومتی ڈھانچے کے تحت چل رہی ہیں جب کہ پاکستان دنیا سے ایک سو سال پیچھے کھڑا ہے۔ اِس ملک کا موجودہ حکومتی و انتظامی ڈھانچہ تبدیل کرکے نیا حکومتی و اِنتظامی نظام نافذ کیا جائے گا جو بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہوگا۔ وہ نظام جو ترکی اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں رائج ہے۔ ہم اُن ممالک کے نظام کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے حالات کے مطابق پاکستانی ماڈل بنائیں گے۔ وہ پاکستانی ماڈل کیا ہوگا،قارئین کے مطالعہ کے لئے ہم ڈاکٹر طاہر القادری کے پیش کردہ عوامی شراکتی جمہوریت کا ماڈل تفصیل سے واضح کر رہے ہیں۔

وفاقی حکومت کا سربراہ قائدِعوام ہو

وفاقی حکومت کا سربراہ قائدِ ایوان (leader of the house) نہیں بلکہ قائدِ عوام (leader of the nation) ہو۔ اُسے عوام براہِ راست ووٹ سے منتخب کریں تاکہ سیاسی ساز باز ختم ہو۔

دس لاکھ لوگوں کوشریکِ اِقتدار کیا جائے

آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 140 کی class A یہ لازم ٹھہراتی ہے کہ مقامی حکومتوں کا نظام وضع کیا جائے اور اِختیارات نچلی سطح پر منتقل کیے جائیں۔ نظام اور جمہوریت درحقیقت کیا ہے اس concept کی وضاحت کے لئے ترکی کی مثال پیش خدمت ہے

☆ اِس وقت ہماری آبادی بیس کروڑ ہے جب کہ ترکی کی آبادی سات کروڑ ساٹھ لاکھ ہے، یعنی ہم سے لگ بھگ تیسرے حصے سے کچھ زیادہ ہے۔ترکی نے اپنا پورا نظام اور حکومتی و انتظامی ڈھانچہ decentralize کر دیا ہے اور تمام services کو مقامی حکومتوں کی جانب منتقل کردیا ہے۔ سات کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی والے اِسلامی ملک ترکی کے 81 صوبے ہیں۔ ہم کیوں چار صوبوں پر چل رہے ہیں؟ وہاں 957 ضلعی حکومتیں اور 3,216

میونسپل حکومتیں قائم ہیں۔ اس سے نیچے Village Govt. System رائج کیا گیا ہے، جس کے تحت 34,395 دیہی حکومتیں قائم ہیں۔ اس میں ذیلی یونٹ کے طور پر Village Cooperation Neighbourhood System رائج کیا گیا ہے۔ اِس طرح تمام تر اِختیارات نیچے منتقل کرکے 'عوامی شرکتِ اِقتدار' کا نظام عملاً وضع کردیا گیا ہے۔ یہی صورت حال امریکہ، جاپان، چین، انڈونیشا، ملائیشیا اور ایران کی ہے۔ گویا ہر جگہ یہی نظام ہے۔

یہ جدید نظام اور حقیقی جمہوریت کا ایک نقشہ ہے۔ ہم کیوں ان سے متضاد ہیں؟ کیا ہم کسی الگ سیارے کی مخلوق ہیں؟ پاکستان میں آمریت کیوں ہے؟ سارے اِختیارات مرکز اور چار صوبوں میں وُزرائے اَعلیٰ اور اُن کے خاندانوں کے ہاتھوں میں کیوں مرکوز ہیں؟ یہی وہ سبب ہے جس کے باعث ہم اس نظام کو مسترد کرتے ہیں۔ یہاں MNAs اور MPAs ترقیاتی فنڈز اپنی جیب میں ڈال کر حرام خوری کرتے ہیں

وفاق کے پاس صرف محدود وزارتیں ہوں

مرکز کے تمام اِختیارات اور اتھارٹیز نچلی سطح پر منتقل کر دی جائیں۔ مرکز کے پاس صرف کرنسی، دفاع، خارجہ پالیسی، ہائر ایجوکیشن، انرجی، inland security اور counter-terrorism جیسے اَہم محکمہ جات ہوں۔ باقی تمام وزارتیں اور محکمہ جات ضلع و تحصیل کی طرف منتقل کر دیے جائیں۔

35 صوبوں کا قیام

نئے نظام کے تحت پاکستان کے ہر ڈویژن کو صوبہ کا درجہ دیں۔ اس طرح چار صوبوں کی بجائے 35 صوبے بنائے جائیں تاکہ اِختیارات اور وسائل ایک فرد یا چند اَفراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہوں۔ صوبے کے گورنر کا بجٹ صرف اُتنا ہو جتنا آج ایک صوبائی وزیر یا ڈویژن کے کمشنر کا بجٹ ہوتا ہے۔

150 ضلعی اور 800 تحصیلی حکومتیں

150 ضلعی حکومتیں قائم کی جائیں اور ان ضلعی حکومتوں کے نیچے آٹھ سو تحصیلی حکومتیں قائم ہوں جن میں شہری آبادی کے لیے چارسو city governments ہوں اور دیہی آبادی کے لیے چارسو town governments ہوں۔

6,000 سے زائد یونین کونسل حکومتوں کا قیام

یونین کونسل کی سطح پر union council governments بنیں جن کی تعداد 6 ہزار سے زائد ہو۔

village concels کا قیام

دیہی آبادیوں میں ویلج کونسلز(Village Councils) اور وارڈ ایڈمنسٹریشن Ward Administrations قائم کی جائیں

اِس طرح عوامی شرکتِ اِقتدار کے نظام کے تحت تقریباً دس لاکھ اَفراد کو شریکِ اِقتدار کیا جائے گا۔ اِن میں تنخواہ دار اور غیر تنخواہ دار دونوں ہوں

(۸) نظام کی تبدیلی کی عملی جدوجہد کا چیلنج

طاہرالقادری کی زندگی کا اہم ترین سوال یہ تھا کہ نظام کی تبدیلی کا شعور اور فکر جو وہ گذشتہ 20 سالوں سے دے رہے تھے اس تبدیلی کا تو کوئی خواہشمند ہی نہیں۔ موجودہ حکمران اور مراعات یافتہ طبقہ تو اِسی نظام کے پَروردہ اور محافظ ہیں، اُنہیں یہ بھی واضح تھا کہ نظام کی تبدیلی کی اِس جدوجہد میں نظام کے محافظ خون کی ہولی کھیلیں گے، فتنے فساد اور قتل و غارت کے اِس دَور میں پُرامن رہنے کا درس دینے والوں کی کوئی نہیں سنے گا، انہیں یہ بھی خبر تھی کہ تمام مؤثر طبقات خاموش رہیں گے نظام کے خلاف صرف مٹھی بھر غریب اور بے بس عوام ہی اُٹھیں گے، اُنہیں یہ بھی علم تھا کہ نظام کے خلاف جدوجہد کے باعث جن کا

اقتدار ڈگمگائے گا وہ کردار کُشی بھی کریں گے۔

اِن سارے ممکنہ خطرات کو سوچتے سمجھتے ہوئے بلکہ1988ء میں کھلے عام یہ تحفظات بیان کرکے 1989ء میں تبدیلی نظام کے لیے پاکستان عوامی تحریک کے نام سے سیاسی جماعت قائم کی۔ جب فکری رہنمائی اور وعظ ونصیحت سے قوم، حکمران اور مؤثر طبقات نظام کی تبدیلی کے لیے تیار نہ ہوئے تو ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اِس قوم کو دلدل سے خود نکالنے کا فیصلہ کیا۔

ا۔ 1990ء اور 2002ء میں اِنتخابی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ جب اِس راستے سے تبدیلی کی منزل دکھائی نہ دی تو

۲۔ 23 دسمبر 2012ء سے ستمبر 2014ء تک مسلسل انقلابی جدوجہد کی۔ دھرنے دیئے، احتجاجی جدوجہد سے نظام بدلنے کی کوشش کی۔ اس جدوجہد میں 23 سے زائد کارکنوں کی شہادت ہوئی، 100 سے زائد کارکنان کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا، ہزاروں کارکنان زخمی ہوئے۔جدوجہد سے قوم کا شعور بلند ہوا، نظام اور اس کے سیاسی محافظ بے نقاب ہوئے مگر نظام نہ بدل سکا۔ بے پناہ قربانیوں اور 30 سال گزر جانے کے باوجود شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی استقامت آج بھی بتاتی ہے کہ

جب اپنا قافلہ عزم ویقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقین ہے کہ چشمہ یہیں سے نکلے گا

۲۔ملک کے معاشی چیلنجز میں ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار

(۱) سود سے پاک بینکاری نظام کی فراہمی

''اسلام'' سیاسی، معاشی اور معاشرتی ہر سطح پر انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔ پاکستان میں اسلام کو کئی چیلنجز درپیش ہوئے ان چیلنجز میں ایک اہم چیلنج بلا سود بینکاری نظام کی فراہمی کا تھا۔ 1993ء میں پنجاب کے ایک صوبائی وزیر نے اعلان کر دیا کہ اسلام کے پاس سود کا متبادل معاشی نظام نہیں ہے لہذا ہم اسی سودی بینکاری نظام کے تحت چلنے پر مجبور ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اعلان کیا کہ اسلام سود سے پاک بنکاری نظام فراہم کرتا ہے۔حکومت سرکاری ٹی وی پر موقع دے تو پوری قوم کے سامنے سود سے پاک متبادل اسلامی بنکاری نظام پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حکومت دنیا کے جس معیشت دان کو چاہے بلالے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے حکومت کو TV پر مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ جب حکومت نے کوئی جواب نہ دیا تو ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے لاہور موچی دروازہ کے گراؤنڈ میں 4 گھنٹے مسلسل خطاب کرتے ہوئے بلاسود بنکاری نظام کا خاکہ پیش کیا۔ اس پر ایک مدلل کتاب لکھی اور حکومت کو پیش کر دی جس پر حکومتی وزیر نے اپنے دیئے گئے بیان پر خط لکھ کر معافی مانگی۔ الغرض اس موقع پر بھی تنہا شیخ الاسلام نے یہ چیلنج قبول کرتے ہوئے بلاسود بینک کاری نظام پیش کر کے حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ نظام کو دورِ حاضر میں قابل عمل ثابت کر دیا۔

(۲)عوامی معاشی مسائل کا حل

پاکستان کی 70 سالہ تاریخ کے ہر دورِ حکومت میں عوام کے معاشی مسائل بڑھتے چلے گئے۔کبھی روٹی کپڑا مکان کے نام پر اس ملک اور عوام کا استحصال ہوا تو کبھی خود انحصاری کے نام پر اِسے غربت کی دلدل میں دھکیلا گیا، کبھی قرض اتارو کے نام پر اِس قوم کے بدن سے سفید پوشی کا لباس اتار لیا گیا تو کبھی yellow cap scheem کے ذریعے تعلیم یافتہ

نوجوانوں کو ڈرائیور بنا دیا گیا، کسی نے راشن کارڈ تھما کر اِس قوم کو ایک ایک کلو چینی کے لئے لائینوں میں لگایا تو کسی نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے نام پر ہزار ہزار روپے کی خاطر بزرگوں کو سیاستدانوں کے دروازوں کا گداگر بنا دیا۔ کسی نے صحت کارڈ کا ڈرامہ رچایا تو کسی نے بزرگوں کو senior cittizenship card کا، کسی نے سٹوڈنٹس کو رعایتی کارڈ جاری کر کے طلباء اور ٹرانسپورٹرز کے درمیان جھگڑوں اور فساد کا انتظام کیا تو کسی نے ہائر ایجوکیشن کا بجٹ ختم کر کے لاکھوں طلباء کو بیرون ملک بھکاری بنا دیا، کسی نے سستی روٹی کے نام پر اربوں روپے کے زکوٰۃ فنڈز میں کرپشن کے راستے کھولے تو کسی نے سستی ٹرانسپورٹ جنگلہ بس سروس کے نام پر اپنا لوہا بیچ لیا۔ الغرض قوم ہر دورِ اقتدار میں بنیادی سہولتوں سے محروم ہوتی چلی گئی۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پاکستان کو عوامی فلاحی ریاست بنانے کا اعلان کرتے ہوئے دس نکاتی اِنقلابی چارٹر دیا اور کہا کہ جب عوامی تحریک کو اقتدار ملا تو ہم اس ملک کو عوامی فلاحی ریاست بنا کر قوم کی 70 سالہ محرومیوں کا ازالہ کرتے ہوئے یہ تمام سہولیات فراہم کریں گے۔ جس کے اَہم نکات حسبِ ذیل ہیں:

1. ہر بے گھر کو گھر دیا جائے گا اور متوسط خاندانوں کو گھر کی تعمیر کے لیے 25 سال کی اَقساط پر بلا سود قرض دیا جائے گا۔

بے گھر خاندانوں کو حسبِ ضرورت تین تا پانچ مرلے کے مفت پلاٹ دیے جائیں گے۔ تعمیر کے لیے بلا سود قرضے فراہم کیے جائیں گے جو بیس تا پچیس سال کی مدت میں واپس کرنا ہوں گے۔ جو خاندان اِس کی اِستطاعت نہ رکھتے ہوں گے، انہیں مفت گھر بنا کر چابیاں دے دی جائیں گی۔

2. ہر بے روزگار شخص کو مناسب روزگار فراہم کیا جائے گا یا روزگار الاؤنس دیا جائے گا۔

ہم Job planning کے ذریعے نوجوانوں کو روزگار مہیا کریں گے اور کوئی بھی graduate اور technical education رکھنے والا بے روزگار نہیں رہے گا۔

3. قلیل آمدنی والوں کو ضروری اَشیاے خورد و نوش (آٹا، گھی، چینی، چاول، دودھ، دال اور سادہ کپڑا) آدھی قیمت پر فراہم کی جائیں گی۔

4. لوئر مڈل کلاس کے لیے بجلی، پانی اور گیس کے بلوں پر ٹیکس ختم کر دیے جائیں گے اور مذکورہ یوٹیلٹیز نصف قیمت پر فراہم ہوں گی۔

5. سرکاری اِنشورنس کا نظام بنایا جائے گا جس کے تحت غریبوں کا علاج مکمل طور پر فری ہوگا۔

پوری دنیا میں پاکستانی ڈاکٹرز خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اُن کے ملین ڈالرز کے پیکجز ہیں اور وہ ایک مہینے میں ہزار ہا ڈالر کماتے ہیں۔ ان کے دل پاکستان کے اندر basic health care units، rural health centres اور چھوٹے ہسپتال بنانے کے لیے تڑپتے ہیں مگر کرپٹ سیاست دان اور بیوروکریسی انہیں رفاہی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالاں کہ یہ محبّ وطن پاکستانی پورے ملک میں علاج کی بنیادی سہولیات مہیا کرنے کا جال بچھا سکتے ہیں۔

6. یکساں نظام کے تحت میٹرک تک تعلیم مفت اور لازمی ہوگی۔

یکساں نصاب کے تحت میٹرک تک تعلیم مفت اور لازمی ہوگی۔ والدین بچوں کو تعلیم سے محروم نہیں رکھ سکیں گے اور خلاف ورزی پر تعزیر ہوگی۔ اَعلیٰ تعلیم کے لیے ہر خواہش مند طالب علم کو مواقع ملیں گے اور میرٹ کے مطابق داخلہ یقینی ہوگا۔

7. غریب کسانوں اور ہاریوں کو 5/10 ایکڑ زرعی زمین برائے کاشت مفت فراہم کی جائے گی۔

8. مستحق گھرانوں میں خواتین کو گھریلو صنعتوں کے ذریعے روزگار فراہم کیا جائے گا تاکہ انہیں معاشی اِستحکام مل سکے اور خواتین کے خلاف اِمتیازی رسوم اور ظالمانہ قوانین کا خاتمہ

کیا جائے گا۔

9. سرکاری و غیر سرکاری چھوٹے بڑے ملازمین کے درمیان تنخواہوں کے فرق کو ممکنہ حد تک کم کیا جائے گا۔ تنخواہوں کے scales اور structure کو review کیا جائے گا۔

10. فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خاتمے کی اِنقلابی پالیسی بنائی جائے گی۔ 10 ہزار peace training centres قائم کیے جائیں گے۔ مدارس اور اسکولز کے نصابات میں ترامیم اور جدت پیدا کی جائے گی۔ پورے معاشرے کو اِنتہاء پسندی سے پاک اور معتدل بنایا جائے گا تا کہ یہاں اَمن، حفاظت، خوش حالی اور ترقی کی ضمانت فراہم کی جائے۔

(۳) ملک کے معاشی بحرانوں کا قابل عمل حل

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں جتنے بھی حکمران آئے ہر ایک نے یہ کہا کہ سابقہ حکومت نے خزانہ خالی کر دیا ہے۔ وسائل کم اور مسائل زیادہ ہیں، کسی نے امریکہ سے امداد مانگی تو کوئی آئی ایم ایف کے در پر بھکاری بنا رہا، کوئی سعودیہ سے فری تیل لیتا رہا اور کسی نے قرض اتارو ملک سنوارو کے نام سے اپنی ہی قوم کو لوٹا۔ ملک کے وسائل کو لوٹ لوٹ کر بیرون ممالک جائیدادیں بناتے رہے۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں واحد سیاست دان جس نے صرف خواب ہی نہیں دکھائے ان خوابوں کو سچ کر دکھانے کے لئے وسائل بھی فراہم کیے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جب عوامی فلاحی ریاست کا ماڈل دیتے ہوئے عوام کو دی جانے والی سہولتوں کا ذکر کیا تو ان کے لئے وسائل کے ذرائع بھی بتائے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ اِس ملک میں بے حساب وسائل ہیں۔ میں صرف تین چیزوں کی نشان دہی کروں گا تا کہ تصور واضح ہو جائے۔

لوٹی ہوئی دولت بیرونِ ملک سے واپس لائی جائے

عوامی فلاح کے اِس اِنقلابی منشور کو قابلِ عمل بنانے کے لیے سب سے پہلے کرپشن کا خاتمہ کیا جائے اور ملک سے لوٹی ہوئی دولت سوئس بینکوں سے واپس لائی جائے۔ سوئٹزر لینڈ میں کل 13 بینک ہیں جہاں دوسرے ملکوں کا کالا دھن جمع ہوتا ہے۔ ان میں سے صرف دو بینکوں میں ہمارے حکمرانوں اور سیاسی و مذہبی لیڈروں کے ایک سو ارب ڈالر یعنی دس ہزار ارب روپے جمع ہیں۔ لوٹی ہوئی دولت واپس لانے کے لیے سوئس بینکوں کے ساتھ معاہدہ کیا جائے اور ایک غیر جانبدار ادارہ مقرر کر کے معاہدے کے تحت بین الاقوامی قوانین کے مطابق پاکستان کا لوٹا ہوا سرمایہ واپس لایا جائے۔ یوں عوام کے پیسے سے عوام کے حالات بدلے جا سکتے ہیں۔

بے پناہ قدرتی وسائل کو اِستعمال میں لایا جائے

پاکستان میں قدرتی وسائل کی کمی ہرگز نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اس پاک سرزمین میں اتنے معدنی وسائل رکھے ہیں کہ پاکستان بھی سعودی عرب، ایران اور دیگر کئی ممالک سے بڑھ کر خود کفیل ہوسکتا ہے، مگر یہاں کے کرپٹ لیڈروں نے آج تک پاکستان کی زمین کے سینے میں چھپے ہوئے خزانے نکالنے کی اجازت ہی نہیں دی۔

☆ صرف بلوچستان میں Reko Diq سونے کی اتنی بڑی کان ہے جہاں ایک ہزار ارب ڈالر یعنی ایک لاکھ ارب روپے کا سونا ہے۔ اس سے پورے ملک کے غریبوں کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لیے میں نے جتنے پروگرام دیئے اور structural reforms کا اِنقلابی ایجنڈا دیا ہے، ان کے سارے اخراجات صرف تنہا Reko Diq سے پورے ہو سکتے ہیں

☆ Sandak Gold Mine میں پچاس ارب ڈالر یعنی پانچ ہزار ارب روپے مالیت کا unclean gold موجود ہے۔

☆ کوئٹہ سے زیارت کے روٹ میں پلاٹینم کی کانوں میں ایک ٹریلین ڈالر یعنی ایک لاکھ ارب روپے کا پلاٹینم ہے۔

☆ اسی طرح یورینیم کی کانوں میں دو ٹریلین ڈالر یعنی دو لاکھ ارب روپے کا یورینیم پڑا ہے۔

☆ مزید برآں کراچی سے جیوانی کی سرحدی پٹی اور ایران کے ساتھ ملحقہ بارڈر میں دو ٹریلین ڈالر یعنی دو لاکھ ارب روپے کے تیل کے ذخائر (oil reserves) موجود ہیں۔

کرپشن کا خاتمہ کیا جائے

اِنقلابی ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسائل پیدا کرنے کا تیسرا ذریعہ کرپشن کا خاتمہ ہے۔

پاکستان میں کم اَز کم ایک سو ارب روپے ماہانہ کی کرپشن ہوتی ہے اگرچہ رپورٹس پندرہ سو ارب روپے ماہانہ کی ہیں۔ یہ اَعداد و شمار سرکاری طور پر مصدقہ ہیں۔ NAB کے سابق چیئرمین نے بھی بیان کیا تھا اور بین الاقوامی ایجنسیاں بھی یہی بتاتی ہیں۔ رشوت، کمیشن اور kickbacks بھی کرپشن کی قسم ہیں، بڑے بڑے سودوں میں تیس چالیس فیصد کے حساب سے حصہ کھانا بھی کرپشن ہے۔ ٹیلی فون کے محکمے، بجلی کے کنکشن، transformers کی تبدیلی و مرمت اور بلوں کی درستگی، ٹیکس، ریونیو اور کسٹم ڈیوٹی میں بھی کرپشن ہے الغرض جہاں جائیں ہر محکمے اور دفتر میں کرپشن اور لوٹ مار ہے۔

اگر ہم اس کا ایک چوتھائی بھی کنٹرول کرلیں تو پچیس ارب روپے ماہانہ بچت شروع ہوجائے گی جو غریبوں پر خرچ ہوگی۔ جب پچاس فیصد کنٹرول کرلیں گے تو پچاس ارب روپے ماہانہ بچت ہوگی۔ اِس طرح سال کا حساب لگائیں گے تو چھ سو ارب روپے سالانہ صرف یومیہ روٹین کی کرپشن سے بچت ہوگی جو غریبوں کی طرف جائے گی۔

Tax leakage کا خاتمہ کرکے اس کے دائرہ کار میں وسعت

فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) کی رپورٹ کی مطابق tax leakage کی مد میں پاکستان کو سالانہ دو ہزار ارب روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔FBR کے مطابق اِس ملک میں 3.8 ملین (تقریباً چالیس لاکھ) اَفراد ٹیکس چوری میں ملوث ہیں جنہیں ٹیکس نیٹ میں لانا ہے۔ لہٰذا تاجروں اور دیگر طبقات کی مشاورت سے ٹیکس نیٹ بڑھایا جائے تاکہ وہ اَز خود بآسانی اپنا ٹیکس ادا کرسکیں۔ اِس طرح کم اَز کم پانچ سو ارب روپے سالانہ آمدن اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔

زکوٰۃ کی درست collection اور شفاف تقسیم

اگر مملکتِ خداداد میں زکوٰۃ کی شفاف collection ہو اور لوگوں کا اِعتماد بحال ہو جائے تو اربوں روپے غریبوں کی خوش حالی پر خرچ ہوسکتے ہیں۔

سیاسی اثر و رسوخ سے آزاد معاشی پالیسی کا قیام

آزاد، مضبوط اور مستحکم معاشی پالیسی بنائی جائے۔ اسٹیٹ بینک، تمام شیڈولڈ بینکوں، DFIs اور SECP وغیرہ جیسے اداروں کو حکومت اور سیاسی تقرریوں کے اثر و رسوخ سے آزاد کردیا جائے۔

قرض کا حصول عوام اور پارلیمنٹ کی مرضی سے مشروط

آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، اے ڈی بی اور آئی ڈی بی سے عوام کی مرضی اور پارلیمنٹ کی منظوری کے ساتھ قرضے لیے جائیں گے اور کوئی کام مخفی نہیں ہوگا۔

سادہ طرزِ زِندگی کا نظام وضع کیا جائے

سرکاری طور پر سادہ طرزِ زندگی کا نظام اپنایا جائے گا۔ نیز ایوانِ صدر، وزیر اَعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز، وُزرائے اَعلیٰ اور وزراء و مشیران کی تنخواہیں، perks اور priviliges پر

برباد ہونے والے ہزار ہا ارب روپے سادہ نظامِ زندگی کے ذریعے کنٹرول کر لیے جائیں۔

۳۔علمی فتنے اور چیلنجز میں ڈاکٹر طاہر القادری

جہالت کسی بھی معاشرے کا سب سے بڑاالمیہ ہے۔جہالت ایک ایسا فتنہ ہے جو سینکڑوں فتنوں کو جنم دیتا ہے، اسی طرح ''علم'' کو اگر تربیت کے نور سے نافع نہ بنایا جا سکے تو وہ بھی شر اور فتنہ پیدا کرتا ہے۔پاکستانی معاشرے میں آئے دن نام نہاد علماء کی طرف سے فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔کوئی طبقہ حدیث رسول ﷺ کو حجت ماننے سے انکار کر دیتا ہے تو دوسرا طبقہ احادیث رسول ﷺ کو ضعیف قرار دے کر ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔کبھی ایک پڑھا لکھا جاہل طبقہ اجتہاد کا دروازہ بند کرتا ہے تو دوسرا تقلید کا مطلق انکار کر دیتا ہے، ایک گروہ اولیاء کی شان میں اِفراط کرتے ہوئے اُن کو معصوم عن الخطا سمجھتا ہے اور ان کے اقوال کو نبی کے قول کی طرح حجت تسلیم کرتا ہے تو دوسرا طبقہ تصوف کو متبادل دین قرار دیتا ہے۔الغرض پچھلی نصف صدی سے علمی دنیا میں بھی فتنے و فساد کا نہ تھمنے والا سلسلہ جاری ہے۔ایسے ماحول میں تنہا ایک ہستی ہے جو ہر فتنے کی آگ کو بجھا رہی ہے۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دور حاضر کے تمام علمی سوالوں کا جواب دیا اور ہر فتنے کا خاتمہ کیا۔ ذیل میں ہم جن فتنوں کا مقابلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کیا ان میں سے چند فتنوں اور چیلنجز کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(ا)۔فقہی و علمی جمود کا خاتمہ

اِسلام کے بنیادی اُصول اور ماخذ قرآن وسنت ہیں، جو نہ کبھی بدلے ہیں نہ بدلیں گے۔ جو اصول وضوابط قرآن و حدیث میں آ گئے وہ قیامت تک کے لئے ابدی ہدایت ہیں۔ آسمانی ہدایت پر مشتمل قانون چونکہ اِنسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہوتا اِس لئے وہ کبھی پرانا نہیں ہوتا جب کہ اِنسان کے بنائے گئے قوانین وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پرانے ہو

جاتے ہیں۔

اِسلام کے بنیادی اُصول قرآن و سنت کے بعد دو ایسے اُصول رکھے گئے ہیں، جواُسے outdate نہیں ہونے دیتے۔قرآن و حدیث کے بعد تیسرا ماٰخذ اِجتہاد کا ہے پھر اُس اِجتہاد کی ایک اِجتماعی صورت ہے اور ایک اِنفرادی۔ اگر کسی دور کے باصلاحیت اُصولیین اور مجتہدین کا کسی اِجتہادی مسئلہ پر اِجتماعی طور پر اِتفاق ہو جائے تو وہ اِجماع کہلاتا ہے۔ اور اگر وہ کسی اکیلے مجتہد کی اِنفرادی رائے ہوتو وہ قیاس کہلاتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد کے بعد ایک طرف عدالتی نظام رائج ہوا اور 1860 سے برصغیر کے لئے فوج داری قانون کا آغاز ہوا تو دوسری طرف انگریزی و عصری تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا ۔ان دو تبدیلیوں کے نتیجہ میں اسلامی علوم پر گہرے اثرات مرتب ہوئے اور اسلامی علوم تین حصوں میں تقسیم ہو گئے ،جدید عصری و سائنسی علوم سکولوں اور کالجوں میں پڑھائے جانے لگے جبکہ عائلی، معاشی اور معاشرتی، معاملات عدالتوں میں شفٹ ہو گئے اس کے نتیجہ میں دینی طبقے کے پاس صرف عبادات اور عقائد کے موضوعات رہ گئے ۔علماء کی تحقیق کا کل دائرہ وضو،غسل ،نماز،تیمّم یعنی عبادات سے متعلق فقہی مسائل تک محدود ہوکر گیا۔ رہ گئے عقائد وہ خارجی فکر کے برصغیر میں آنے کے بعد صرف کفر شرک اور بدعت کے فتوں کے موضوعات میں تبدیل ہو گئے۔ پورے دینی طبقے کے علم کا دائرہ کار محدود ہو گیا۔اب عبادات اور عقائد میں نہ تحقیق اور اجتہاد ممکن تھا اور نہ اس کا تعلق معاشرے کی معاشرتی زندگی سے تھا۔ لہذا سوچ و فکر محدود ہو گئی اور جدید عصری علوم نہ ہونے کے باعث تحقیق کے دروازے مکمل طور پر بند ہو گئے۔

اب تقلیدِ محض کی کیفیت یہ ہو گی کہ قرآن حدیث اور آئمہ تو دَرکنار محلے کی مسجد کے اِمام کا فتویٰ قرآن و حدیث کی حیثیت اختیار کر گیا اور اس سے اختلاف مسلک و مذہب سے اِخراج کا باعث بن گیا۔

جب یہ تقلید نام نہاد صوفیاء اور جعلی پیروں تک پہنچی تو مریدین نے اپنے پیرو مرشد کے قول کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قول کا درجہ دے دیا، ایسی گھٹن کی فضاء میں بادِ نسیم کا جھونکا آیا اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی دعوت کا آغاز دروس قرآن سے کیا، سینکڑوں کتابوں اور ہزاروں خطابات مکمل طور پر قرآن اور حدیث سے دیئے۔ جدید عصری علوم میں مہارت حاصل کر کے قرآن اور سائنس کے موضوعات پر سینکڑوں خطابات کیئے خُطباتِ لاہور ہوں یا انجینئر نگ یونیورسٹیز اور میڈیکل کالج سے خطابات، اردو، عربی اور انگلش دنیا کی معروف ترین زبانوں میں دین کا ہر پہلو نہ صرف واضح کیا بلکہ پوری دنیا کو دین کے ہر پہلو پر سوال و جواب کا کو موقع دیا۔

خاندانی منصوبہ بندی کے مسائل ہو ں یا تملیک زکوٰۃ کے تصورات، یورپ کے مسلمانوں کا رویت ہلال کا مسئلہ ہو یا یورپی معاشرے میں مسلمانوں کے معاشی استحکام کا، عورت کی دیت کا معاملہ ہو، بلا سود بینکاری نظام کا آپ نے تقلید محض کی زنجیروں کو توڑا اور اسلام کو عبادات کی حدود سے وسعت دے کر ہر ہر میدان میں اجتہاد کے دروازے کھولے آپ کی تدریس، تحریر، اور تبلیغ نے

۱۔ جملہ اسلامی علوم کی تدریس اور تحقیق کا دوبارہ آغاز کیا

۲۔ جدید سائنسی تحقیقات اور مضامین کو قرآن سنت سے واضح کر کے اسلام کو عصر حاضر کا دین بنایا

۳۔ نصف صدی میں پیش آمدہ فقہی مسائل کا حل براہ راست قرآن حدیث سے دے کر تحقیق و اجتہاد کے دروازے کھولے

شیخ الاسلام کی زندگی کا یہ وہ پہلو ہے جس سے حقیقی معنوں میں پردہ مصطفوی انقلاب کے سورج کے طلوع ہونے کے بعد اٹھے گا۔

(۲)۔فتنہ انکارِ حجیت حدیث کا خاتمہ

اسلام کی تعلیمات کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہے اور یہی دونوں بنیادی ماخذ شریعت ہیں۔ انہی دوستونوں پر پورے دین کی عمارت استوار ہے۔دین اسلام کے خلاف سازشوں میں سے ایک بڑی سازش حجیت حدیث کا انکار ہے۔ اس فتنے کی کامیابی سے نعوذ باللہ پورے دین کی عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔ اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمن ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں کہ دین کے ان تمام پہلوؤں پر اعتراضات کرکے مسلمانوں کے ایمان کو کمزور کیا جائے جن کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اَقدس سے ہے۔

وطن عزیز کے ایک مذہبی طبقے نے نعرہ لگایا کہ ہمارے لیے قرآن ہی کافی ہے۔ چونکہ قرآن ہر شے کی وضاحت کرتا ہے لہذا حدیث کی ضرورت نہیں، قرآن حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات اقدس میں مکمل اور کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ اقدس میں ایک کتاب کی شکل میں بھی جمع کردیا گیا تھا لہذا وہ مکمل اور محفوظ ہے۔اس طبقے کا مفروضہ تھا کہ حدیث دو صدیوں بعد لکھی گئی اس میں کئی من گھڑت احادیث شامل ہوگئیں لہذا حدیث حُجّت نہیں بن سکتی۔ حجت صرف اللہ کا قرآن ہے۔ یہ فتنہ آہستہ آہستہ بڑھتا رہا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کینیڈا میں قیام کے دوران اس طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے ’’مقام رسالت اور حجیت حدیث‘‘ کے عنوان پر 100 لیکچرز کی ایک طویل سیریز ریکارڈ کروائی۔ حجیت حدیث کے بیسیوں پہلوؤں پر 100 سے زائد خطاب کی یہ سیریز جب QTV کے ذریعے نشر ہوئی تو نہ صرف ملک بھر سے فتنہ انکار حدیث کا خاتمہ ہوگیا بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی حجیت پر ایمان مضبوط تر ہوگیا۔

شیخ الاسلام نے خطابات کی اس سیریز میں واضح کیا کہ حجیت میں قرآن و حدیث برابر ہیں جبکہ رتبے میں کلامِ خدا (قرآن) کلامِ مصطفیٰ ﷺ (حدیث) سے افضل ہے اور آپ نے حجیتِ حدیث کے منکرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید کے کسی ایک حکم پر بھی

حدیثِ رسول ﷺ کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں۔آپ نے دلائل کے ساتھ واضح کیا کہ حدیث کی کتاب بخاری شریف سے قبل بھی 100 سے زائد کتب حدیث موجود تھیں لہذا یہ مفروضہ کہ حدیث دو صدیوں بعد لکھی گئیں من گھڑت ہے۔

(۳)۔فتنہ ضُعفِ حدیث کا خاتمہ

منکرین حجیت حدیث کے دو طبقے تھے۔ایک وہ جو حدیث کا یا حجیت حدیث کا انکار کرتا جبکہ دوسرا وہ طبقہ تھا جو حجیت حدیث (حدیث کے دلیل ہونے) کا تو انکار نہیں کرتا تھا لیکن جو احادیث ان کی ذاتی فکر اور عقیدے کے خلاف ہوتیں ان کا انکار کر دیتا ہے۔ چونکہ نفسِ حدیث کا انکار مشکل تھا لہذا وہ طبقہ ہر ایسی حدیث جسے اپنی فکر و نظریہ کے خلاف دیکھتا اس پر ضعیف ہونے کا الزام لگا دیتا۔ یوں ایک نئے فتنے نے جنم لیا اور ہر دوسری حدیث پر ضعیف ہونے کا الزام لگایا جانے لگا۔1000 سالہ دور میں امت مسلمہ میں مُسلّمہ اصولِ حدیث کے خلاف احادیث کی صحت اور ضعف سے متعلق جہلاء اصول وضع کرنے لگ گئے۔ ایسے میں اللہ رب العزت نے شیخ السلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو توفیق عطا کی کہ ضعف حدیث کے اس فتنے کا بھی ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

شیخ الاسلام نے اکتوبر 2017ء میں جامع المنہاج ٹاؤن شپ (اعتکاف گاہ) میں منعقد ''دورہ علوم الحدیث'' میں 3 دن روزانہ تقریباً 5 گھنٹے اصول حدیث پر مفصل گفتگو فرمائی۔آپ نے ضعیف حدیث کے تمام پہلوؤں کی مفصل وضاحت کی تو ضعیف، ضعیف کی رٹ لگانے والا طبقہ حیران اور ششدر رہ گیا۔ الحمدللہ اس فتنے کا بھی ملک سے خاتمہ ہو گیا۔

(۴)۔فتنہ انکارِ تصوف کا خاتمہ

''تصوف اور صوفیاء'' اسلامی تاریخ کا حسن ہیں۔ ملک پاکستان میں جہاں ہر شعبہ زوال پذیر ہے وہاں تصوف اور دور حاضر کے صوفیاء کے معمولات بھی زوال پذیر ہو گئے۔ اس شعبہ کو جاہل اور بے عمل لوگوں کے کردار نے اس سطح تک پہنچا دیا کہ ایک طبقے نے

تصوف کا انکار کرتے ہوئے اسے افیون قرار دیا جبکہ دوسرے طبقے نے تصوف کو متبادل دین قرار دیا۔ حتی کہ میڈیا میں کئی ٹاک شوز میں علی الاعلان تصوف کو متبادل دین قرار دے کر اس سے سرعام انکار کر دیا گیا۔ کئی علماء نے کوشش کی مگر کوئی بھی دلائل سے اس فتنے کا خاتمہ نہ کر سکا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کینیڈا میں تھے ان کو تفصیلات سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر ''تصوف اور تعلیمات صوفیاء'' کے عنوان سے تقریباً 60 سے زائد لیکچرز ریکارڈ کروائے جو سلسلہ وار QTV پر نشر ہوئے۔ آپ نے تصوف کے متعدد موضوعات پر 50 سے زائد کتب تحریر فرمائیں۔ اعتکاف، شب بیداری اور روحانی اجتماع کی صورت میں لوگوں کی عملاً اصلاحِ احوال کا کام کیا۔ خصوصاً QTV پر خطابات کے نشر ہونے کے بعد فتنہ انکارِ تصوف ختم ہوگیا اور منکرین بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ تصوف اسلامی تاریخ کا حسن ہے۔

(۵)۔ فقہ حنفی کی عظمتِ علمی کا دفاع

پاکستان میں بعض طبقات خصوصاً غیر مقلدین فقہ حنفی کا مذاق اڑاتے اور یہ دعویٰ کرتے کہ اس فقہ کے امام کو کل 17 احادیث یاد تھی، جس سے انہوں نے کل فقہ حنفی مرتب کی۔ یوں وہ فقہ حنفی اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمتِ علم اور خصوصاً علمِ حدیث میں ان کے مقام و مرتبے کا کھلا انکار کر رہے تھے۔ ایک طویل زمانہ گزر گیا مگر فقہ حنفی کو ماننے والے کسی بھی طبقے نے اس کا مدلل جواب نہیں دیا۔ مخالفین فقہ حنفی اور امام اعظمؒ کے مقام و مرتبے پر گرد ڈالتے رہے۔

بالآخر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے طویل تحقیق اور ریسرچ کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ بحثیت ''امام الائمہ فی الحدیث'' کانفرنس کا انعقاد کیا۔ آپ نے کئی گھنٹے اس موضوع پر مفصل خطاب کیا اور یہ ثابت کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ علمِ حدیث میں تمام ائمہ کے

بھی امام ہیں حتی کہ امام بخاریؒ کے دادا استاد ہیں۔ امام اعظم پر 17 احادیث کا الزام لگانے والوں کو بتایا کہ ان سے مروی احادیث کی مسانید موجود ہیں۔ آپ نے اس تحقیق میں واضح کیا کہ آپ کو سنداً اُحادیات، ثُنا عیات اور ثُلا ثیات کی صورت میں جو نعمت حاصل ہے وہ کسی امام حدیث کے نصیب میں نہیں ہے۔ آپ نے امام اعظم کے علم حدیث میں مقام و مرتبہ پر ہزاروں صفحات پر مشتمل 3 جلدوں میں ضخیم کتاب بھی تحریر فرمائی آپ کی اس تحقیق، کتب کی اشاعت اور کانفرنس کے بعد یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے دم توڑ گیا۔

(٦)۔ خاندانی منصوبہ بندی

بیسویں صدی کے نصف آخر میں خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر بحث کا آغاز ہوا تو کسی بھی ادارے یا فرد کی طرف سے حقیقی رہنمائی نہ ہوسکی۔ اس موقع پر بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس معاشرتی اور سماجی نوعیت کے موضوع پر اُمت مسلمہ اور عالم اسلام و انسانیت کی راہنمائی فرمائی۔ آپ نے واضح کیا کہ

خاندانی منصوبہ بندی (Family Planing) پانچ اَسباب کی صورت میں جائز ہے:

<u>پہلا سبب</u>: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ کثرتِ تولد کی وجہ سے عورت کی جان کو خطرہ ہے۔

<u>دوسرا سبب</u>: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ پیدا ہونے والے بچے کی جان جانے کو خطرہ ہے۔

<u>تیسرا سبب</u>: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ کثرتِ تولد کی وجہ سے عورت کی صحت کو ایسا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے کہ اُس کی صحت گر جائے گی، بیمار رہنے لگے گی اور شفا یابی مشکل ہو جائے گی۔

<u>چوتھا سبب</u> : میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ پیدا ہونے والا بچہ صحت مند اور توانا نہیں ہوگا اور مستقل بیمار رہے گا۔

<u>پانچواں سبب</u> : بندہ یقین کی حد تک محسوس کرے کہ میرے وسائل اِس قدر نہیں کہ زیادہ اولاد کی صورت میں بچوں کی کفالت حلال ذرائع سے کرسکوں، چنانچہ حرام ذرائع اِختیار کرنا پڑیں گے۔

اِن پانچ صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے تاکہ ماں اور بچے کی زندگی اور صحت محفوظ رہے اور اُس کا اپنا دین بھی محفوظ رہے۔ اگر اُس کے معاشی حالات ابتر ہوں، (رزق کی بنیاد پر نہیں کہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے) لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ وہ یقین کی حد تک محسوس کرے کہ اولاد کی کثرت اور ذمہ داریوں کا بوجھ اِتنا زیادہ ہو جانے کی وجہ سے جائز اور حلال وسائل کافی نہ ہوں گے اور اُسے اپنے بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کے لئے رشوت، غبن، چوری اور بدیانتی کرنا پڑے گی اور اُن کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حرام رزق گھر میں آنے لگے گا تو ایسی صورت میں اوّلیت دین و ایمان کو حاصل ہے، اُسے کثرتِ اولاد سے بچنا چاہیئے۔

خاندانی منصوبہ بندی کی باقی جو صورتیں ہیں، مثلاً محض یہ خیال کہ اولاد کم ہو زیادہ نہ ہو اولاد اچھی نہیں ہے، عیاشی کے خیال سے، اِنقطاعِ نسل کے خیال سے، یا نسل کشی وغیرہ اس لحاظ سے خاندانی منصوبہ بندی ناجائز ہے۔

۴۔ قانونی و عدالتی چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جہاں مروجہ دینی وعصری علوم میں مکمل مہارت رکھتے وہاں آپ نہ صرف بہترین قانون دان ہیں بلکہ سینکڑوں وکلاء اور ججوں کے استاد بھی ہیں۔ آپ نے جہاں دیگر شعبوں میں اس قوم کی رہنمائی کی وہاں قانونی میدان میں بھی قوم

کو بہت سے مسائل کا حقیقی حل دیا۔

(ا)۔ حدود اللہ کا دفاع

یہ 1982ء کا دور تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے حدود آرڈیننس جاری کیا، جس کے مطابق شادی شدہ مرد اور عورت کی بدکاری پر رجم کی سزا بطور حد مقرر کی گئی۔ رجم کی سزا کا بطور حد ہونا چیلنج کر دیا گیا۔ اس پر کئی ماہ تک کیس چلتا رہا۔ کراچی سے خیبر تک متعدد علماء وفاقی شرعی عدالت میں پیش ہوتے رہے لیکن عدالت ان کے دلائل سے مطمئن نہیں ہوئی کہ رجم کی سزا حد ہے۔ نتیجتاً وفاقی شرعی عدالت نے دو سو صفحات پر مشتمل فیصلہ دے دیا کہ رجم کی سزا حد نہیں ہے۔ رجم بطور تعزیر سزا دی جا سکتی ہے بطور حد نہیں۔ اس پر ملک بھر میں جلسے جلوس و ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی اور وفاقی شرعی عدالت کے خلاف نعرے بازی کا ماحول پیدا ہو گیا۔

وفاقی شرعی عدالت نے اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل کر دی۔ جب Review petition آئی تو اس عدالت نے کہا کہ ہم نے جن علماء کے دلائل سنے ہیں ان سے ہم مطمئن نہیں ہوئے اور ان دلائل سے رجم کو بطور حد ثابت نہیں کیا جا سکا۔ اب یہ کیسے ممکن ہو گا کہ انہی علماء کو دوبارہ سنا جائے؟ اس وقت حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے فرمایا ایک سکالر ہیں جنہیں ہم نے پچھلی مرتبہ نہیں سنا، وہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں، اس مرتبہ ان کو بلا کر سنا جائے تو وفاقی شرعی عدالت نے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو بطور مشیر طلب کیا۔

تحفظ حرمتِ دین اور حدود اللہ کے دفاع میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری 20 تا 23 جون 1982 تین دن مسلسل 18 گھنٹے دلائل دیئے آپ کے دلائل کی روشنی میں وفاقی شرعی عدالت کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا اور پورے بنچ نے متفقہ طور پر رجم کی سزا کو بطور حد تسلیم کیا۔

(۲)۔ تحفظ ناموس رسالت

حرمت دین اور حدود اللہ کے دفاع کی طرح جب وطن عزیز میں تحفظ ناموس

رسالت کا چیلنج آیا تو بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہی ناموسِ رسالت کا حقیقی دفاع کیا۔

گستاخی رسالت پر موت کی سزا کا قانون اس سے قبل موجود نہ تھا۔1985ء میں وفاقی شرعی عدالت میں اس قانون پر بحث کا آغاز ہوا تو ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس پر 3 دن مسلسل دلائل دیئے جب دو دن دلائل مکمل ہوچکے تو تیسرے دن اتوار کی وجہ سے تعطیل تھی۔ سوموار کو ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی مصروفیت تھی انڈیا حیدر آباد میں خطاب تھا جبکہ دلائل ابھی مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر عدالت نے اتوار کو اپنی چھٹی منسوخ کی اور سماعت جاری رکھی تین دن مسلسل دلائل کے بعد عدالت ایک فیصلے تک پہنچ گئی اس وقت ملک کے متعدد علماء نے اس قانون میں نرمی اور رعایت کے حق میں دلائل دیئے۔ عدالت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دلائل کی روشنی میں حتمی فیصلے تک پہنچ چکی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ فیصلہ سناتی جنرل محمد ضیاء الحق نے پورے کیس کی فائل منگوائی اور اسے بطور آرڈیننس جاری کردیا۔ جسے اسمبلی نے منظور کرکے C-295 قانون بنادیا۔

(۳)۔شعائرِ اسلام پر حملے کا دِفاع

وطن عزیز پاکستان میں اسلام کے خلاف ہونے والی بدترین سازشوں میں سے سب سے بڑی سازش فتنہ قادیانیت تھی۔ جب آزادی سے قبل برطانوی حکومت کے دور میں ایک شخص کو تیار کرکے اس سے جھوٹے نبی ہونے کا دعویٰ کروایا گیا۔ آزادی سے قبل برطانوی حکومت کی سرپرستی میں یہ فتنہ پروان چڑھتا رہا مگر اہل حق نے تن من دھن کی قربانی دے کر اس فتنہ کا خاتمہ کیا اور ایک طویل جدوجہد کے بعد1973ء کے آئین میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا۔

1984ء میں اس فتنے نے دوبارہ سر اٹھایا اور قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں درخواست دائر کردی ہمیں ہماری عبادت گاہوں کا نام مسجد رکھنے سے روکا جارہا ہے،ہمیں

کلمہ پڑھنے سے روکا جا رہا ہے، اذان سے روکا جا رہا ہے، جب ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ہے تو بطور غیر مسلم اقلیت ہمیں مذہبی آزادی دی جائے ہمارے معمولات میں مداخلت کیوں کی جارہی ہے۔ پاکستان کا آئین ہمیں مذہبی آزادی اور تحفظ دیتا ہے۔

اس پر ملک کی چوٹی کے اکابر علماء پیش ہوئے۔ کئی دن سماعت جاری رہی مگر قادیانیوں کی اپیل خارج نہ ہوسکی۔ جو سوال قادیانیوں نے اٹھائے تھے ان سوالات کا جواب نہ ملا۔ قادیانی 1973ء کے آئین میں پارلیمنٹ کے ذریعے غیر مسلم اقلیت ہو گئے تھے۔ اب اُن کا دعویٰ نبوت کرنا، کافر و مرتد ہونا یہ تمام امور تو عدالت میں زیر سماعت ہی نہیں تھے، عدالت کہتی تھی کہ انہوں نے سادہ سی بات کی ہے کہ ہم غیر مسلم اقلیت ہیں آئین نے ہمیں غیر مسلم قرار دیا ہے، ہم بطور غیر مسلم اقلیت اپنی مذہبی آزادی مانگ رہے ہیں کہ ہمیں ہمارا مذہب ان ناموں (مسجد، آذان، نماز اور قرآن وغیرہ) کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ ہمیں اس کا اختیار ہونا چاہئے آپ اس میں مداخلت کیوں کرتے ہیں۔ عدالت کا تقاضا تھا کہ اس پر دلائل دیں کہ ازروئے شریعت غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کی مذہبی آزادیاں کیا ہیں اور کیا نہیں؟ قادیانی یہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ڈاکٹر طاہر القادری اُن دنوں ناروے کے دورے پر تھے انہیں ٹیلی فون کر کہ تاریخ طے کی گئی۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنا دورہ منسوخ کیا اور پاکستان آکر اس موضوع پر دلائل دیئے۔ کراچی سے پشاور تک سب علماء گواہ ہیں کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے پہلے ہی دن چھ گھنٹے دلائل سے قادیانیوں کی اپیل خارج کر دی گئی۔ اللہ نے اس مردحق کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت میں نقب لانے کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔ عدالت سے فارغ ہوئے تو تمام مسالک کے علماء نے ڈاکٹر طاہر القادری کے ہاتھ چومے اور کہا کہ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا حق ادا کر دیا ہے۔

(۴)۔ملکی عدالتی نظام کے مسائل کا حل

گذشتہ 70 سالوں سے پوری قوم اِس کرب میں مبتلا ہے کہ اِس ملک کے عدالتی

نظام جسے انصاف فراہم کرنا چاہئے اس نظام میں کئی نسلیں زمین جائیداد جوانی اورعزت و آبرو سب بیچ کر بھی انصاف حاصل نہیں کرسکتیں۔ ایک طرف محض جھوٹے الزام میں کئی سال قید کی سزا بھگتنے کے بعد بری ہونے سے پہلے ہی جیل میں کسی کی موت واقع ہوجاتی ہے تو دوسری طرف کرپٹ حکمرانوں کے کیس 30,30 سال چلتے رہتے ہیں اور وہ ملک کے بدستور حکمران بھی رہتے ہیں۔ کتنے چیف جسٹس آئے، کتنے وژنری ہونے کا دعویٰ کرنے والے سیاستدان آئے، کئی حکمران دو تہائی اکثریت لے کر آئے اور کئی ڈکٹیٹر گیارہ گیارہ سال حکمران رہے مگر کسی بھی اس گھسے پٹے فرسودہ عدالتی نظام کا حل نہیں دیا۔ موجودہ چیف جسٹس بھی جدوجہد کررہے ہیں کہ ہسپتالوں کا عملہ درست ہوجائے۔ تعلیم وصحت کی سہولت دینا بھی وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ ان سے اِلتماس ہے کہ سیشن کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک فیصلوں کے منتظر پندرہ بیس لاکھ افراد کو انصاف دینا ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ تعجب ہے ان کے وژن پر ایک طرف وہ عدلیہ کے دبنگ خان بنتے ہیں اوردوسری طرف رہتے اسی گلے سڑے عدالتی نظام میں ہیں۔ اِنصاف کی فراہمی کے دعوے آپ سے قبل سے بھی لوگ کرتے تھے مگر وہ عدالتی نظام کے سامنے بے بسی کا اظہار کرتے کرتے رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پاکستانی تاریخ کا وہ پہلا قانون دان سیاستدان ہے جس نے 11 مئی 2014ء کو پاکستان کے عدالتی مسائل کا حل دیتے ہوئے واضح اور دوٹوک لائحہ عمل دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا حل عدالتی نظام میں درج ذیل اِنقلابی اصلاحات ہیں۔

انصاف کی فراہمی کے لیے عدالتی ڈھانچے کی تشکیلِ نو

شیخ الاسلام ملک کے عدالتی نظام کے مسائل کا مکمل حل یوں دیتے ہیں:

☆ اسلام آباد میں وفاقی سپریم کورٹ کا قیام

مرکزی سپریم کورٹ صرف آئین اور ریاست سے متعلق اُمور کی سماعت کرے۔

عام آدمی کو اسلام آباد جانے کی ضرورت نہ ہو۔

☆ سپریم کورٹس صوبوں (موجودہ ڈویژنز) کی سطح پر قائم کی جائیں

نئے نظام کے تحت عدالتی نظام میں سپریم کورٹ کی سیٹ ہر ڈویژن میں منتقل ہو جائے۔ ہر ڈویژن کو ایک صوبہ بنانے کے بعد وہ Provincial Supreme Court کہلائے گی۔ گویا سپریم کورٹ تک جانے والے کا سفر اپنے ڈویژنل شہر تک ختم ہو جائے گا۔

☆ ہائی کورٹس کا ضلعی سطح پر قیام

ہائی کورٹس ضلعوں میں منتقل کی جائیں یہ ڈسٹرکٹ ہائی کورٹ کہلائے گی۔

☆ سیشن کورٹس تحصیلی سطح پر منتقلی

اس وقت ضلعی سطح پر موجود سیشن کورٹس تحصیلوں میں منتقل کر دی جائیں۔

☆ یونین کونسل کی سطح پر عدالتوں کا قیام

سیشن کورٹس کے نیچے یونین کونسل کورٹس قائم کی جائیں۔ تمام چھوٹے مقدمات کی یونین کونسل کے اندر عدالتوں میں سماعت ہو اور فوری طور پر مقامی سطح پر اِنصاف ملے۔

☆ گاؤں اور محلّہ کی سطح پر اِنصاف کمیٹیوں کا قیام

سب سے پہلے بنیادی سطح پر اِنصاف کمیٹیاں قائم کی جائیں جو یونین کونسل کورٹس کے نیچے ہوں۔ اِنصاف کمیٹیوں میں علاقے کے معزز، دیانت دار، تعلیم یافتہ اور قانون و شریعت کا فہم رکھنے والے باکردار لوگ شامل ہوں۔ انہیں باقاعدہ قانونی درجہ دیا جائے تاکہ روز مرہ کے چھوٹے مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ وہیں ہو اور اس سے بڑا کیس یونین کونسل کورٹ میں جائے گا۔

☆ غریب سائلین کو حکومتی خرچ پر وکیل کی خدمات مفت فراہمی

تمام عدالتوں میں غریبوں کے لیے حکومت کی طرف سے سرکاری وکیل کی مفت

خدمات مہیا ہوں یعنی غریب کے لیے وکیل کا کوئی خرچہ نہیں ہو۔

☆ پولیس 24 گھنٹے کے اندر FIR درج کرنے اور 3 دن میں چالان عدالت میں پیش کرنے کی پابند ہو

جرم ہونے کی صورت میں پولیس چوبیس گھنٹے میں FIR درج کر کے تین دن کے اندر اندر چالان پیش کرنے کی پابند ہو۔ متاثرہ فریق کو تھانے میں دھکے نہیں کھانے پڑیں بلکہ متاثرہ فریق صرف وقوعہ کی اطلاع کرے، چاہے فون پر ہی کر دے۔

☆ فوج داری مقدمہ کا فیصلہ ایک سے تین ماہ میں کیا جائے

فوج داری مقدمات کا فیصلہ ایک ماہ میں کر دیا جائے۔ دوسرا ماہ پہلی اپیل کے لیے ہو جب کہ تیسرا ماہ دوسری اور آخری اپیل کے لیے ہو۔ اِس طرح فوج داری مقدمہ FIR سے لے کر آخری اپیل تک کل تین ماہ میں ختم ہو جائے۔

☆ دیوانی مقدمات 6 ماہ میں مکمل کر کے فیصلہ سنا دیا جائے

دیوانی مقدمات اِبتداء سے لے کر آخری اپیل تک کل 6 ماہ میں ختم ہو جائیں۔ اِس طرح لوگوں کو مفت اور فوری عدل و اِنصاف ملے۔

۵۔ اعتقادی مسائل اور چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار

سیاسی، معاشی، عدالتی اور تعلیمی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام نے ملک بھر کے اِعتقادی چیلنجز کا بھی مقابلہ کیا اور ہر مسئلے پر ملک و قوم کی رہنمائی کی۔

(ا)۔ فتنہ قادیانیت کے چیلنج کا مقابلہ

1973ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تھا اور 1984ء میں انہیں شعائر اسلام کے استعمال سے بھی روک دیا گیا تھا لیکن اس فتنے نے پھر سر اٹھایا اور 1988ء

میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا طاہر نے مسلمانوں کو قادیانیت کی حقانیت پر چیلنج کرتے ہوئے مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ اس موقع پر بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اُس کا چیلنج قبول کیا اور مینار پاکستان کے گراؤنڈ میں مرزا طاہر کو مناظرے اور مباہلے کا چیلنج دے دیا۔ ملک بھر سے ہر مکتب فکر کے ہزاروں علماء نے اس عالمی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور صبح تک لاکھوں فرزندانِ اسلام مرزا طاہر قادیانی کا انتظار کرتے رہے مگر اسلام کو چیلنج دینے والے چیلنج دے کر مقابلے کے لیے نہیں آئے۔

(۲)۔فرقہ واریت کے طوفان کا مقابلہ

1980ء کی دہائی میں دعوت و تبلیغ کا معیار تکفیر تھا یعنی دوسرے مسالک فکر کو کافر و مشرک سمجھنا اور اُن پر کفر کا فتویٰ لگانا ہر مسلک اپنی دینی و مذہبی ذمہ داری سمجھتا تھا۔محرم کے دن آتے تو ملک میں متعدد شہروں میں کرفیو لگ جاتا۔ ربیع الاول آتا تو ایک دوسرے پر فتوؤں کا بازار گرم ہوجاتا۔ایک مسلک کے شخص کا دوسرے کے ہاں جانا اِس قدر معیوب سمجھا جاتا کہ بعض اوقات دوسرے مکتب فکر کے فرد کے مسجد میں آجانے کے باعث مسجد کو دھلوایا جاتا۔ ایسے پُر فتن اور تکفیری ماحول میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اَمن اور رواداری کا علم اٹھا کر تکفیر سے پاک دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا۔آپ نے 37 سالہ جدوجہد کے ہر لمحے میں محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

ان 37 سالوں میں جب بھی کسی ایک طبقے کی طرف سے گستاخی ہوئی، ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے صحابہ و اہلبیت کی عزت و ناموس کا دفاع کیا۔ 1991ء میں اعلامیہ وحدت میں اہلسنت اور اہل تشیع کے درمیان ایک معاہدے کی صورت میں ازواجِ مطہرات، اہلبیتِ اطہار، صحابہ کرام، خلفاء راشدین اور ائمہ کرام کی گستاخی کو حرام قرار دیا جس پر اہل تشیع نے بھی دستخط کیئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے نہ صرف اہل تشیع کی مجالس میں خطابات کیئے بلکہ ہر مکتبہ فکر کے مرکز پر گئے اور سینکڑوں مواقع پر تمام

مسالک کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے محبت و رواداری کو فروغ دیا۔ ہر مسلک کی اہم شخصیات کو تحریک میں ممبر شپ اور ذمہ داریاں دیں اور مل جل کر اُمت اور اِنسانیت کی فلاح کے لئے پلیٹ فارم مہیا کیا۔ یہ شیخ الاسلام کی مسلسل جدوجہد کا ثمر ہے کہ مسلکی منافرت کا یہ فتنہ دم توڑ چکا ہے اور دوسروں کو مسلمان نہ سمجھنے والے اب MMA متحدہ مجلس عمل اور دوسرے اتحادوں کی صورت میں سیاسی اور مذہبی پلیٹ فارم پر مل کر جدوجہد کر رہے ہیں۔

(۳)۔اہلبیتِ اطہار کی شان وعظمت کا دفاع

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جو تصور دین سمجھایا ہے اس میں ازواج مطہرات، صحابہ کرام و اہلبیتِ اطہار اور ائمہ و اولیاءِ کرام سب کا احترام شامل ہے۔ لہذا ملک بھر کے جس طبقے کی طرف سے گستاخی و اہانت کی آواز بلند ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اس کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔

لاہور کے ایک عالم دین نے سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی کی اس پر شہر بھر میں احتجاج شروع ہوگئے نعرے بازی اور گالم گلوچ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ فتنہ و انتشار کے اس ماحول میں پورے ملک سے تنہا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آواز بلند ہوئی۔ ایک حدیث مبارکہ کی شرح میں آپ نے دو دن عشاء سے فجر تک تقریباً 16 گھنٹے کی گفتگو فرمائی۔ سندِ حدیث، راویوں کی جرح و تعدیل اور بیان حدیث کی شرائط و تقاضے کے موضوعات پر اِس قدر مفصل بحث ہوئی کہ ائمہ حدیث کے زمانے کا منظر آنکھوں میں گھومنے لگا۔ جب آپ کی گفتگو الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر عام ہوئی تو گستاخوں کے منہ بند ہوگئے اور محبانِ اہل بیت کے عشق و محبت میں اور اِضافہ ہوا اور یوں ملک بھر میں اس فتنے کی آگ نہ بھڑک سکی۔

(۴)۔ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کی عزت و ناموس کا دفاع

1993ء میں پاکستان میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا واقع ہوا اس پر ڈاکٹر محمد

طاہرالقادری نے حکومت ایران سے رابطہ کیا اور ان سے مطالبہ کیا وہ گستاخی ازواج مطہرات، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ائمہ کی گستاخی کو حرام قرار دے شیخ الاسلام کے اس مطالبے پر حکومت ایران نے ازواج مطہرات، صحابہ و ائمہ کی گستاخی کو حرام قرار دیا یوں یہ فتنہ پیدا ہوتے ہی دفن ہوگیا اور وطن عزیز کے ماحول میں فرقہ واریت کو ہوا دینے والے ناکام ہوئے۔

(۵) خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی عزت و ناموس کا دفاع

امن کے دشمنوں کی سازشوں اور اپنوں کی نادانیوں کے باعث اُمت میں کئی مرتبہ مسلکی منافرت پھیلانے کی کوشش کی گئی۔ چند سال قبل برطانیہ میں بعض شر پسند علماء نے صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی عزت و ناموس پر حملہ کیا تو دنیا بھر میں کوئی اُن کا دفاع نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ متعدد علماء اور قائدین نے کینڈا میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو رابطہ کیا اور درخواست کی کہ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی عزت و ناموس کے دفاع میں اپنا کردار ادا کریں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کینڈا سے 60 لیکچرز ریکارڈ کروائے۔ آپ نے اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان تمام اختلافی مسائل پر خصوصاً اہل تشیع کی کتب سے اس قدر جامع گفتگو کہ اس فتنے کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

(٦)۔اعتقادی فتنے اور ان کا خاتمہ

اُمت کے دشمن اِس امت کی کمزوریوں سے خوب آگاہ ہیں۔ وہ اِس فاقہ کش کے بدن سے روح محمد ﷺ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ملک کا ہر فرد اس بات سے آگاہ ہے کہ توحید کا علم بلند کرنے والا ایک طبقہ نسبتِ رسالت میں پختگی کے ہر عمل پر بدعت وشرک کا فتویٰ لگا دیتا تھا۔ بدعت وشرک کے انہی فتوؤں نے انتہا پسندی کو جنم دیا اور اس انتہا پسندی نے ملک کو دہشت گردی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ لہذا ضروری تھا کہ حضور نبی

اکرم ﷺ سے نسبت و تعلق کی پختگی کے لیے عقائد صحیحہ کا دِفاع اور تکفیری رویے کا خاتمہ کیا جائے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اِعتقادی موضوعات پر اٹھائے جانے والے ہر فتنے کا مقابلہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل و استعانت پر اٹھائے گئے سوال ہوں یا حیات النبی ﷺ پر کیئے گئے اعتراض، میلاد النبی ﷺ پر بدعت و شرک کے فتوے لگائے جائیں یا آمد سیدنا محمد مہدی علیہ السلام کے بارے میں طرح طرح کے نظریات، شیخ الاسلام نے 37 سالہ جدوجہد میں ایک ہزار سے زائد کتب اور 7000 سے زائد خطابات کے ذریعے ممکنہ حدتک تمام اِعتقادی فتنوں کا خاتمہ کیا۔ میلاد کا انکار کرنے والے تمام طبقات اب میلاد منا رہے ہیں۔ کفر کے فتووں کا دور تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ مسالک اور طبقات کے درمیان رواداری کی فضا قائم ہو چکی ہے۔

(۷) سیدنا امام محمد مہدی علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت عقائد کا خاتمہ

سیدنا اِمام محمد مہدی علیہ السلام کی آمد کے حوالے سے مختلف قسم کے اِعتقادی فتنے پیدا ہو رہے تھے۔ اُن میں سے پہلا فتنہ یہ تھا کہ بعض اَہلِ علم کے نزدِیک اِمام محمد مہدیؑ نام کی کوئی شخصیت نہیں ہے اور کسی معین شخص کو اِس نام سے نہیں آنا بلکہ ہر دَور میں ایک مہدی ہوتا ہے۔ اِس خیال کے پیشِ نظر بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو مہدی خیال کیا اور گمراہ ہو گئے۔

دُوسرا فتنہ یہ کہ کچھ لوگ خود مہدی ہونے کا اِعلان کر رہے تھے۔ اُنہی میں سے ایک مرزا غلام اَحمد قادیانی بھی تھا، جس نے نبوت کے دعویٰ سے پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔

تیسرا فتنہ یہ تھا کہ جس سے خود مہدی ہونے کا اِعلان نہ ہوسکا وہ یہ دعویٰ کر دیتا کہ اِمام مہدی پیدا ہو چکے ہیں اب ان کا ظہور ہونا ہے۔ اِس خیال و تصور کو بعض نام نہاد مفکرین

خوب شائع کر رہے تھے۔ یہ فتنہ صرف پاک و ہند ہی میں نہیں عالمِ عرب بھی اِس فتنہ کی لپیٹ میں تھا کہ اِمام مہدی پیدا ہو چکے تھے۔

چوتھا فتنہ یہ کہ بعض لوگ اَیسے جھوٹے دعووں سے متاثر ہوکر آمد اِمام مہدیؑ کے حوالے سے شکوک و شبہات میں بھی گِھرے ہوئے تھے اور آپؑ کی آمد کو توہمات اور خصوصاً شیعہ حضرات کی گھڑی ہوئی باتیں تصور کرتے تھے۔

یہ خیال سراسر باطل ہے، اِس لئے کہ اِمام مہدیؑ کے حوالے سے حضور ﷺ کے اِرشادات کثرت سے کتبِ حدیث میں منقول ہیں، لہٰذا اِمام مہدیؑ کی آمد کا اِنکار کرنا حقیقت میں فرامینِ مصطفیٰ ﷺ کے اِنکار کے مترادِف ہوگا۔شیخ الاسلام نے اس پر طویل عرصہ تحقیق جاری رکھی اور آمد سیدنا محمد مہدیؑ پر مسلسل کئی خطابات فرمائے اور ان کی پیدائش کا ممکنہ زمانہ واضح کیا۔قارئین کی دلچسپی کے لئے شیخ الاسلام کی آمد سیدنا محمد مہدی کے حوالے سے تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

لاتذهب الدُّنيا حتى يملك العرب رجلٌ مِن أهلِ بيتِي يواطِي إِسمُهٗ إِسمِي.

(سنن ترمذی، رقم: 2230)

''دُنیا اُس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اَہلِ بیت میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام ہوگا عرب کا حکمران نہ بن جائے''۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے مروِی کثیر اَحادیث و رِوایات کے مطابق سیدنا اِمام محمد مہدی علیہ السلام کی پیدائش مدینہ طیبہ میں اِس وقت موجود ''قرعہ'' نامی قصبہ میں ہوگی اور آپ 30 سے 40 سال کا عرصہ مدینہ طیبہ میں ہی گزاریں گے۔ بعد اَزاں ایک حج کے موقع پر مکہ المکرّمہ میں حجرِ اَسود اور مقامِ اِبراہیم کے درمیان آپ کے ہاتھ پر 313 اَکابرینِ اُمت

بیعت کریں گے اور سات علماء اُمت (اس مقام سے) پہلے بیعت کریں گے۔ حضرت اِمام محمد مہدی علیہ السلام اِس اُمت کے مجددِ اَعظم اور آخری مجدد ہوں گے۔

اِمام مہدیؑ کا ظہور اور وُقوعِ قیامت

اِمام مہدیؑ کے ظہور کے بعد یکے بعد دِیگرے جو حالات پیش آئیں گے، اَحادیثِ مبارکہ میں اُن کا ذکر بھی موجود ہے اور اُس واقعاتی تسلسل کا انجام وُقوعِ قیامت پر ہوگا۔ اِمام مہدیؑ کے ظہور کا مطلب یہ نہیں کہ بس وہ ظاہر ہوگئے اَب معلوم نہیں قیامت کب آئے گی اور شاید لاکھوں سال اَبھی قیامت کے ظہور کے لئے باقی ہیں۔ اَحادیثِ مبارکہ کے مطابق سیدنا اِمام مہدیؑ کے ظہور کے بعد وُقوع پذیر ہونے والے واقعات اِس ترتیب سے ہوں گے:

1. اِمام مہدیؑ کی ظہور کے بعد مدتِ حیات: 40 سال
2. اِمام مہدیؑ کے خلفاء (المنصور اور ہشام المہدی) کی مدتِ حکومت: 23 یا 27 سال
3. خوشبودار ہوا کا دَور (جس کے چلنے سے مؤمنین وفات پا جائیں گے): 120 سال
4. نَفخۃُ الاُولیٰ اور نَفخۃُ الثّانیہ کی درمیانی مدت 40 سال

یوں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اِمام مہدیؑ کے بعد اَحادیثِ نبویہ کی روشنی میں تقریباً 227 سال کا عرصہ قیامت آنے تک باقی ہوگا۔ گویا اِمام مہدیؑ کے ظہور کے 227 سال بعد قیامت کا آنا یقینی ہے۔

اِمام مہدیؑ کا ظہور کب ہوگا؟

اِس حوالے سے کوئی شخص حتمی اور قطعی بات نہیں بتا سکتا۔ ذیل میں ہمارا بیان کردہ تخمینہ ہمارے مطالعہ اَحادیث کا ماحصل ہے۔ اِسے دعویٰ نہ سمجھا جائے کہ اِتنے ہی عرصہ کے بعد اِمام مہدی تشریف لائیں گے اور اُن کے اِتنے عرصہ بعد قیامت قائم ہوگی۔ یہ تخمینہ اور

مدت کے تعین کا اندازہ اِس لئے ضروری ہے کہ بعض اَحباب نے اِمام مہدیؑ کو پیدا کرنا شروع کر دیا ہے اور اُنہیں ایک عام سا اِنسان تصور کیا جارہا ہے کہ آئیں گے اور پھر اُن کی وفات ہوجائے گی۔ اِس غلط فہمی کا اِزالہ اَز حد ضروری ہے۔

اِبن ماجہ کتاب الفتن میں قیامت کی10 نشانیوں کے بیان کے بعد حضرت اَبوقتادہؓ رِوایت کرتے ہیں:

اَلْآيَاتُ بَعْدَ الْمِأَتَيْنِ. (ابن ماجه كتاب الفتن، رقم: 4047)

’’یہ نشانیاں کسی دُوسری صدی ہجری میں ہوں گی‘‘۔

اِس حدیث کو اِمام حاکمؒ نے مستدرک میں بھی بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ اِس حدیث کو اِمام جلال الدین سیوطیؒ نے ’الحاوِی للفتاویٰ‘ میں بیان کیا اور اِمام نعیم بن حمادؒ (اِمام بخاریؒ کے شیخ) نے کتابُ الفتن میں رِوایت کیا ہے۔

اِن تمام اَئمہ و محدثین نے مختلف روایات سے بیان کیا کہ یہ10 آیات (نشانیاں) کسی ہزاری (millenium) کے مکمل ہونے کے بعد دُوسری صدی ہجری کے اَواخر میں ظاہر ہوں گی۔ یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب قربِ قیامت کی مذکورہ دس نشانیاں دُوسری صدی ہجری میں ظاہر ہونا شروع ہوں گی۔

موجودہ سال1439ھ اپنے ہزاری (millenium) کی پانچویں صدی ہجری ہے۔ اگر اِس ہزاری میں اِمام مہدیؑ کو آنا ہوتا تو وہ 200 سال قبل آچکے ہوتے، یعنی موجودہ ہزاری (millenium) میں اُن کے ظہور کا ممکنہ زمانہ گزر چکا ہے۔ اور اگر وہ 200 سال قبل آچکے ہوتے تو آج وہ دس علامتیں پوری ہوجانے کے بعد قیامت بھی آ چکی ہوتی۔

اَب اِس ہزاری (millenium) کی دُوسری صدی تو گزر چکی لہٰذا اِمام مہدیؑ کی پیدائش اور ظہور کا دعویٰ کرنے والے اِس دُوسرے ہزاری کے آخر تک اُن کے ظہور کا خیال دِل سے نکال دیں اور اَگلے ہزاری یعنی تیسرے ہجری ملینیئم کی تیسری صدی تک اِنتظار کریں۔

حدیثِ مبارکہ کی رُو سے دُوسری صدی کے بعد نشانیاں شروع ہوں گی اور تیسری صدی کے شروع میں اِمام مہدیؑ کا ظہور ہوگا اورقربِ قیامت کی علامات ظاہر ہوں گی۔ اگر اَگلے ہزاری (millenium) کی تیسری صدی کے شروع میں بھی نہ آئے تو پھر اُس سے اَگلے ہزاری کی تیسری صدی کا اِنتظار کرنا ہوگا۔ ایک بات حضور ﷺ نے طے کر دی ہے کہ جب بھی علاماتِ قیامت ظاہر ہونا شروع ہوں گی وہ کسی ہجری ملینیئم کی دُوسری صدی ہجری ہی ہوگی۔ ہزاری (millenium) بدل سکتا ہے مگر صدی بدل نہیں سکتی۔ حضور ﷺ نے صدی کا تعین کر دیا ہے کہ جب تیسری صدی ہجری شروع ہوگی تو علامات کا ظہور شروع ہو جائے گا اورقربِ قیامت کی سب سے پہلی نشانی اِمام مہدیؑ کا ظہور ہے۔ پس اِمام مہدیؑ کے ظہور کے لئے ہزاری (millenium) کا تعین نہیں کیا جا سکتا، مگر، قریب سے قریب تر بھی سمجھ لیا جائے تو یہ آج (یعنی 1439ھ) سے تقریباً پونے آٹھ سو سال بعد کا زمانہ بنتا ہے۔

اِمام نعیم بن حمادؒ اپنی کتاب الفتن جلد اوّل صفحہ336 پر حدیث نمبر 962 میں رِوایت کرتے ہیں، جسے اِمام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی 'الحاوِی للفتاویٰ' میں بیان کیا ہے کہ "جب اِمام مہدیؒ کا ظہور ہوگا اور اُن کے دستِ اَقدس پر بیعت ہوگی تو اُن کی آمد کا سن 204 ہوگا"۔ (الحاوِی للفتاویٰ، جلد۲ ص ۱۳۹)

جب اِس سن 204 کو سامنے رکھیں تو قریب سے قریب تر تصور کیا جائے کہ آٹھ سو سال میں حالات و واقعات بدل چکے ہوئے ہوں گے تو اِمام مہدیؑ کا ظہور 2204 ہجری (یعنی 2783 عیسوی) میں متوقع ہے۔1439 ہجری ہے، یعنی آج سے تقریباً 778 سال بعد اِمام مہدیؑ تشریف لائیں گے۔ اگر 2204ھ میں بھی وہ تشریف نہ لائے تو پھر اگلے ہزاری میں سال 3204ھ کا اِمکان ہوگا۔ واللہ و رسولہ اعلم

آخر میں یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اِمام مہدیؑ کی آمد کے حوالے سے یہ تخمینہ اور اَندازہ قطعی طور پر ہمارا دَعویٰ نہیں بلکہ مطالعہ حدیث کا ماحصل ہے کہ جو کچھ ہم نے

اَحادیثِ نبویہ ﷺ سے سمجھا اُسے اِمام مہدیؑ کی آمد کے حوالے سے پھیلائے جانے والے فتنوں کو قلع قمع کرنے کے لئے آپ کے سامنے بیان کر دیا۔

(برائے مزید معلومات ملاحظہ ہو: خطاب شیخ الاسلام، سی ڈی نمبر: 468 اور 469)

۲۔اُمت کے خلاف چیلنجز میں ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار

اِسلام دین دعوت ہے۔ کائنات کے ہر فرد تک اسلام کا پیغام پہنچانا اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ دعوت اسلام کے لیے اپنے نمائندوں کو روم، ایران، یمن اور دیگر ملکوں اور قبیلوں کی طرف نہ بھجواتے، اگر خلفائے راشدین کے دور میں دنیا بھر میں دعوتی وتبلیغی وفود نہ بھجوائے جاتے، اگر ایشیاء سے لے کر افریقہ تک صحابہ کرام کی ہجرتیں نہ ہوتیں تو آج دین اسلام صرف دینِ حجازی ہوتا۔ اگر محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والے 12 ہزار مجاہدین سرزمینِ سندھ کو اپنی قیام گاہ نہ بناتے، اگر سرزمین حجاز، غزنی، کابل اور دیگر وسط ایشیائی ریاستوں سے سینکڑوں صوفیاء کرام اپنے وطن چھوڑ کر برصغیر کی شہریت اختیار نہ کرتے تو ہمارے آباؤ اجداد ہندو یا سکھ ہوتے اور نعوذ باللہ شاید ہم دائرہ اسلام میں بھی نہ آسکتے۔ اگر لاہور کو علی بن عثمان ہجویریؒ اپنا وطن نہ بناتے، معین الدین چشتیؒ اجمیری ہند کی شہریت اختیار نہ کرتے تو ایک کروڑ سے زائد لوگ کیسے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے؟

الغرض اسلام دین دعوت ہے اور ایک مسلمان کا وجود دعوت کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد پوری کائنات تک دین کی دعوت کا پہنچانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اپنے وطن سے ہجرت کرنا اور غیر مسلم معاشروں میں شہریت اختیار کرنا اسلام کی دعوت وتبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے۔

تاریخ نے ایک مرتبہ پھر کروٹ لی اور مسلمانوں کو یورپ میں داخلے کا ایک نیا دروازہ میسر آیا۔ یورپ کے صنعتی فروغ نے جہاں یورپ کے لئے ترقی کے دروازے کھولے

وہاں پاکستان انڈیا اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے لیے ملازمت کی صورت میں یورپ جانے کے راستے کھل گئے۔ یورپ میں مسلمانوں کا وجود دعوت و تبلیغِ اسلام کا مؤثر ذریعہ بن گئے لیکن اس ہجرت سے بہت سے مسائل بھی پیدا ہوئے۔

لاکھوں مسلمانوں کا یورپی معاشرے میں(adjust) ہونا، اس معاشرے میں اپنی نسلوں کو حلال و حرام کی تمیز پر قائم رکھنا، دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ Intigration کیسے ممکن ہے؟ دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے ناسور کے باعث مسلمانوں کے خلاف پیدا ہونے والی نفرت کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ یورپ میں بسنے والے مسلمانوں کے مزدور طبقات کی نئی نسلیں بھی مزدور ہی رہیں گی یا مستحکم ہوکر معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں گی؟ اس معاشرے میں پروان چڑھنے والی مسلمان نسلوں کے ایمان کلچر اور اقدار کا دفاع کیسے ممکن ہوگا؟ اس جیسے سینکڑوں سوال تھے جن کا دور حاضر میں مفصل اور مدلل جواب اشد ضروری تھا۔

یہ وہ مسائل اور چیلنجز تھے جن کی خاطر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری گذشتہ 30 سالوں سے 100 سے زائد ممالک میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح احوال کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔ کبھی ورلڈ اکنامک فورم میں حقیقی امن کے قیام پر تجاویز دیتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی لندن ویمبلے ارینا میں تمام مذاہب کو یکجا کرکے حضور ﷺ کی شان رحمت انسانیت پر آشکار کرتے ہیں۔ ہر سال یورپ کے مسلمانوں کو جمع کرکے الہدایہ کیمپ کے ذریعے مسلمانوں کی نئی نسلوں کو دینی اور اعتقادی پختگی کے ساتھ ساتھ تنگ نظری اور انتہا پسندی سے پاک کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ الغرض یورپ میں امت مسلمہ کے وقار کی بحالی ہو یا ان کے معاشی استحکام کا مسئلہ، Montegage کے مسائل ہوں یا یورپ میں عید کا چاند دیکھنے کا مسئلہ، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری شرق سے غرب تک امت مسلمہ کی رہنمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں ان چند مسائل اور چیلنجز کی وضاحت کی جارہی ہے جن کے حل اور مقابلے میں شیخ الاسلام نے تنہا پوری امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے۔

(ا)۔ یورپ میں گستاخیِ رسالت کے خاتمے کی جدوجہد

ڈنمارک کی سرزمین سے گستاخیِ رسالت کا آغاز ہوا تو پورے یورپ میں کشیدگی کی لہر دوڑ گئی پوری امت اور خصوصاً پاکستان میں جلسے جلوسوں اور احتجاج کا آغاز ہوگیا۔ پاکستان میں گھیراؤ جلاؤ شروع ہوگئے۔ ایسی صورت حال میں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نےUNO، امریکہ یورپی یونین کے تمام ممالک کے سفراء وزراء اعظم اور صدور کو ایک خط لکھا جس میں ان کے ملکی اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین کا حوالہ دے کر ان ممالک کو دعوت دی کہ وہ انسانیت کے امن کی خاطر تمام مذاہب کے بانیوں اور انبیاء کا احترام کریں۔ جب یورپی معاشرے میں آزادی اظہار رائے کے باوجود وہاں عزت نفس کے قوانین موجود ہیں تو پھر محسن انسانیت کی شان میں گستاخی کیوں؟

شیخ الاسلام کی یہ سفارتی جدوجہد کیا تھی اور اس کے نتیجے میں مغرب کے حکمرانوں کے ضمیروں پر کتنی دستک ہوئی ذیل میں اس خط کے چند اہم نکات اور عالمی رہنماؤں کے تاثرات قارئین کی معلومات کے لئے شامل کیے جارہے ہیں۔

شیخ الاسلام نے یورپی ممالک کے حکمرانوں کو اُن کے اپنے قوانین کی روشنی میں واضح کیا کہ یہ شور بلند کرنا کہ مسلمانوں کے احتجاج اور مظاہروں سے آزادئ تقریر و تحریر پامال ہورہی ہے حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ مثال کے طور بچوں میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی آزادانہ فحش نگاری یا مذہبی و نسل پرستانہ نفرت کی میڈیا میں تشہیر کرنے پر بجا طور پر بہت سے ممالک میں پابندی لگی ہوئی ہے۔ بہت سے یورپی ملکوں میں عالمی جنگ کی تباہی سے انکار ایک جرم تصور کیا جاتا ہے۔ آسٹریا، بیلجیئم، چیک ریپبلک، فرانس، جرمنی، اسرائیل، ایتھوپیا، پولینڈ، رومانیہ اور سویٹزرلینڈ میں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس کی سزا جرمانوں اور قید کی صورت میں دی جاتی ہے۔ ایک برطانوی اخبار (27 جنوری 2003) نے اسرائیلی وزیراعظم ایرول شیرون کا کارٹون شائع کیا جس میں دکھایا گیا کہ وہ ایک فلسطینی بچے کا سر

کھا رہا ہے اور کہہ رہا ہے''اس میں کیا برائی ہے! تم نے اس سے پہلے کسی سیاستدان کو نومولود بچوں کو کبھی چومتے ہوئے نہیں دیکھا''۔ اس کارٹون نے اسرائیل سمیت دنیا بھر کی یہودی آبادیوں میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ خاکہ حقیقت کے چاہے کتنا ہی قریب ہو اس قوم کا اپنے لیڈر کے لئے یہ ردعمل ایک فطری بات تھی۔

اٹلی کے وزیرِاعظم نے جب یہ بیان دیا کہ وہ رومی سیاست کے یسوع مسیح ہیں تو کلیسائے روم اور اطالوی سیاستدانوں نے اس پر گہرے غم و غصے کا اظہار کیا۔ کلیسائے روم کے اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ جملہ از راہ تفنن کہا لیکن اس طرح کے جملے مذاق میں بھی نہیں کہنے چاہئیں۔ یہاں بھی معاملہ آزادیٔ اظہار پر پابندی کا نہیں بلکہ تہذیبوں کی مقدس ہستیوں اور علامات کی گستاخی اور بے ادبی کے عنصر کی حوصلہ شکنی کرنے کا ہے۔ (Daily Telegraph, 13-2-06, www.telegraph.co.uk)

اس طرح دنیا بھر میں توہین عدالت کا قانون موجود ہے جو آزادی تقریر پر سخت پابندیاں عائد کرتا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے پر قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر مطلق آزادی اظہار کا قانون موجود ہے تو ان قوانین پر اعتراضات کیوں نہیں اٹھائے جاتے؟ کسی فرد کی عزت و آبرو کا تحفظ ایک بنیادی انسانی حق ہے جس میں نازیبا کلمے اور گستاخانہ الفاظ کہنے اور لکھنے کی ممانعت، ہتک عزت پر پابندی اور مذہبی آزادی کا تحفظ شامل ہے۔ اقوام متحدہ کا منشور اور بہت سے ممالک کے دساتیر اور قوانین میں ان حقوق کے تحفظ کی شق موجود ہے۔

گستاخانہ کلمات اور بے ادبی کی سزا اور حوصلہ شکنی کے لئے درج ذیل ممالک میں قوانین موجود ہیں۔

۱۔ آسٹریا (آرٹیکل188، 189 کریمینل کوڈ) ۲۔ فن لینڈ (سیکشن10 چیپٹر17

پینل کوڈ) ۳۔ جرمنی (آرٹیکل166 کریمینل کوڈ) ۴۔ نیدر لینڈ (آرٹیکل147 کریمینل کوڈ) ۵۔ سپین (آرٹیکل525 کریمینل کوڈ) ۶۔ آئر لینڈ (آئر لینڈ کے دستور کے آرٹیکل 1،i، 40،6 کے مطابق کفریہ مواد کی اشاعت ایک جرم ہے۔ ۷۔ کینیڈا (سیکشن296 کینڈین کریمینل کوڈ) عیسائی مذہب کی تنقیص وتضحیک ایک جرم ہے۔ ۸۔ نیوزی لینڈ (سیکشن123 نیوزی لینڈ کرائمنز ایکٹ 1961)

مذکورہ بالا قوانین سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ آزادی تقریر ایک بنیادی حق تو ہے مگر یہ ایک مطلق حق نہیں۔ ماضی میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی کتابیں اور اخباری مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں اسلام کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تضحیک کی کوشش کی گئی ہے مگر مسلمانان عالم نے کبھی اس عالمانہ بحث مباحثے پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ یہ بات بخوبی ان کے علم میں ہے کہ یہ اسلام پر جاری بحث مباحثے کا حصہ ہے اور یہ آزادی اظہار کے ضابطوں کے زمرے میں آتا ہے۔ لاتعداد اخباری مقالوں اور مضامین میں اسلام کو بالکل غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ صریحاً جھوٹ اور مبالغہ آمیز کہانیوں پر مبنی مواد اسلام کے حوالے سے پریس میں چھاپا جاتا ہے لیکن مسلمانوں نے کبھی تحمل اور برداشت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسلام کے علماء اور محققین نے ہمیشہ ایسے اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جواب دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ وہ یہ بات بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے معاشروں میں رہ رہے ہیں جو آزاد اور حریت پسند جمہوریتوں کا حصہ ہونے کی داعی ہیں۔ تاہم جب کبھی آزادی اظہار کے حق کا غلط اور بیجا استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کی دیدہ دانستہ توہین کی جاتی ہے تو پھر اس معاملہ پر بے چینی، اضطراب اور غم و غصے کا پیدا ہونا ایک فطری اور قابل فہم امر ہے

یہ شیخ الاسلام کی سفارتی جدوجہد تھی جس کے نتیجے میں صورت حال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے بعض عالمی رہنماؤں اور زعماء نے ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کی۔ اس کے ساتھ آزادی تقریر کے حق پر لگائی گئی پابندیوں پر بھی زور دیا۔

ویٹی کن کارڈینس: (پاپائے روم) نے ان کارٹونوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ''مغربی کلچر کو اپنی حدود کے اندر رہنا سیکھنا چاہئے''۔

کوفی عنان نے کہا: ''میں بھی آزادئ تقریر کا احترام کرتا ہوں مگر تقریر کی آزادی مطلق نہیں ہوتی۔ یہ ذمہ داری اور انصاف کا بھی تقاضا کرتی ہے''۔

امریکی سٹیٹ ڈپارٹمنٹ کی طرف سے یہ بیان جاری ہوا: ''یہ کارٹون واقعی توہین آمیز اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا موجب ہیں''۔ محکمے کے ترجمان کرٹس کوریر کا بیان تھا۔ ''ہم سب آزادی اظہار اور پریس کی آزادی کا مکمل احترام کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ پریس کو ذمہ داری کا مظاہرہ بھی کرنا ہوگا۔ مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت کو اس طرح ہوا دینا قابل قبول نہیں''۔ (ڈیلی ٹیلی گراف 4 فروری 2006)

جیک سٹرا (برطانوی وزیر خارجہ) نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''آزادی تقریر کا تو ہم سب احترام کرتے ہیں لیکن بے عزتی اور اشتعال انگیزی کی کوئی چھوٹ نہیں دی گئی۔ میرے خیال میں ان خاکوں کی بار دگر اشاعت زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ یہ سب کچھ بے حسی، عدم احترام اور غلطی پر مبنی تھا۔'' (بی بی سی نیوز اور ویب سائٹ)

فلپ ڈوسٹے بلیذی (فرانسیسی وزیر خارجہ) نے اس موقع پر کہا: ''آزادی کا اصول تحمل و برداشت، عقیدوں اور مذاہب کے احترام کے جذبے کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہئے اور یہ ہمارے ملک میں سیکولرزم کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتا ہے''۔ (بی بی سی نیوز)

شیخ الاسلام نے توہین آمیز کارٹون پر مبنی گستاخی کے نتیجے میں مذاہب کے درمیان پیدا ہونے والی نفرت کے خاتمے اور اس بین الاقوامی اہمیت کے حامل مسئلے کا مستقل بنیادوں پر حل پیش کرتے ہوئے کہا:

ا۔ وہ تمام اخبارات جنہوں نے ان خاکوں کو شائع کیا ہے۔ غیر مشروط معافی مانگیں اور ان اشاعتوں کو واپس لیں۔

۲۔ ان تمام حکومتوں کے لئے جو آزادی تقریر و تحریر کو افراد اور جماعتوں کے حقوق سے متوازن بنانے کی حامی ہیں واضح قانون سازی کرنا ضروری ہے کہ کسی کے مقدس اور قابل تحریم عقائد و نظریات کی تضحیک نہیں کی جائے گی۔

۳۔ تمام حکومتوں کو یہ امر یقینی بنانا چاہیئے کہ اس طرح کی جانے والی قانون سازی کو ضابطے کے عمل سے گزار کر نافذ کیا جائے تا کہ اس قسم کی اشتعال انگیزی اور تضحیک کو دوبارہ رونما ہونے سے روکا جاسکے۔

مجھے توقع ہے کہ ذمہ دار راہنما عقل و ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے موقع کی مناسبت سے بین التہذیبی تعلقات کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کریں گے۔ میں اس بات کی بھی توقع رکھتا ہوں کہ متعلقہ ممالک کے راہنما ذمہ دارانہ قیادت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم دنیا کی طرف خیر سگالی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔

(۲)۔اہانتِ قرآن کے فتنے کی سرکوبی

امت مسلمہ کو اذیت دینے، مسلمانوں میں اِنتشار پیدا کرنے اور تہذیبوں کے تصادم کے خدشے کو تقویت دینے کے لیے گستاخی رسالت کے بعد یورپ اور خصوصاً برطانیہ سے اِہانت قرآن کے فتنے کا آغاز ہوگیا۔

اِس موقع پر بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے پوری دنیا کے حکمرانوں کو خطوط لکھے اِظہارِ رائے کی آزادی کے حقیقی تصور کی یورپی قوانین سے وضاحت کرتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ ایسی تمام سرگرمیوں سے کروڑوں مسلمانوں کے احساسات مجروح ہوتے ہیں۔ جو حقوق اور حرمت جو کا تصور یورپی معاشرے میں ہے۔ اس کی مثالیں دے کر کہا کہ ایسے تمام اقدامات کی حوصلہ شکنی کی جائے اس پر الحمدللہ برطانوی حکومت نے بروقت اقدامات کر کے اس شخص کو اس بدبختی سے روک دیا۔

(۳)۔انڈیا میں انتہا پسندی کے نظریات کا خاتمہ

گذشتہ کئی سالوں سے انڈیا میں ایک طبقہ وہاں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں میں تنگ نظری اور انتہا پسندی کو فروغ دے رہا تھا۔ دنیا بھر سے خارجیت کی معاونت کرنے والی جماعتوں اور ملکوں کے وسائل کی بدولت وہ انڈیا کے مسلمانوں میں خارجیت کو فروغ دے رہا تھا۔ اسلام کے بنیادی عقائد خصوصاً نسبت رسالت سے انکار اور اہلبیت سے نفرت کا پیغام دیا جارہا تھا۔ ایسی صورت حال میں کروڑوں مسلمان شدید کرب اور پریشانی کے عالم میں تھے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے QTV کے خطابات کے ذریعے دیگر بیسیوں ممالک کی طرح انڈیا میں بھی امن، محبت، رواداری اورنسبت رسالت کا پیغام کئی سالوں سے جارہا تھا۔ چند سال قبل شیخ الاسلام کینیڈا سے انڈیا تشریف لے گئے اس وزٹ میں بمبئی، کلکتہ، کچھ،حیدرآباد،اجمیر شریف اور نیو دہلی سمیت کئی ریاستوں میں ہندوستان کی تاریخ کے غیر معمولی اجتماع ہوئے، تیس تیس لاکھ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کا بھی اجتماع منعقد ہوا۔ شیخ الاسلام نے عقیدہ رسالت کے تمام پہلوؤں کی ایسی مفصل وضاحت کہ انتہا پسندی پر مشتمل خارجی فکر کا صفایا ہوگیا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کی سرزمین ایک مرتبہ پھر امن و محبت کی صداؤں سے گونجنے لگی اور مستحکم ہوگئیں اور نفرتوں کے بیج بونے والے اپنی موت آپ مر گئے۔

(۴)۔یورپی مسلمانوں کے معاشی استحکام کا حل

یورپ میں صنعتی ترقی ہوئی تو مزدوروں کی کھپت میں اضافہ ہوا تو یورپی ممالک سے ڈیمانڈ پر پاکستان انڈیا اور بنگلہ دیش سے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں نے یورپ کا رخ کیا۔ یورپی قوانین آسان تھے لہذا ملازمت کے سلسلہ میں جانے والوں نے وہیں شہریت حاصل کرلی۔ پُر اَمن تعلیم یافتہ اور مہذب معاشرہ میسر آیا تو ان کی اگلی نسلوں نے بھی

اسی وطن کو اپنا وطن بنالیا۔ اس معاشرے سے مقیم مسلمانوں کی اگلی نسلوں نے بہترین تعلیم تو حاصل کرلی مگر کاروبار، ذاتی مکان اور معیار زندگی کو نہ بڑھا سکے چونکہ ان کے والدین کی اکثریت محض مزدور اورملازمت پیشہ تھی۔ ایسے حالات میں کاروبار، گھر اور گاڑی کے حصول کے لیے بینکوں سے سودی شرائط پر قرضہ شرعی فتویٰ کے باعث لینا ممکن نہیں تھا۔ ایسی صورت حال میں شیخ الاسلام نے دیکھا کہ اگر مسلمانوں کی یورپ میں آباد نسلیں معاشی ابتری اور بے بسی کی حالت میں ہی رہیں اور وہ اپنا معیار زندگی بلند نہ کرسکیں تو مستقبل میں یورپ کے مسلمانوں کا شمار دوسرے درجے کے کمزور شہریوں میں ہوگا۔ وہ ملکی سیاست، معیشت اور معاشرت میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرسکیں گے۔ وہ ہمیشہ پسپا ہوا اور پسماندہ طبقہ کہلائیں گے۔ ایسے ماحول میں شیخ الاسلام نے یورپ کے مقیم مسلمانوں کو اضطراری کیفیت کے پیش نظر نرمی کے اصول پر عمل کرتے ہوئے مقامی بینکوں سے قرض لینے اور اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت دی۔

''سود'' قطعی طور پر حرام ہے اور اُسے حلال سمجھنا ایمان سے خارج ہونے کے مترادف ہے، مگر غیر مسلم ممالک میں بطور اقلیت رہنے والے مسلمان تارکین وطن کے لئے مورگیج پہ گھر حاصل کرنا جائز ہے، کیونکہ بطور اقلیت اُن کی پوزیشن تبدیل ہو جاتی ہے۔ غیرمسلم ممالک میں سود کی حرمت کے اَحکام اُسی طرح لاگو نہیں ہو سکتے جس طرح وہ اِسلامی ممالک میں ہوتے ہیں۔حکم کا نافذ ہونا یا نہ ہونا منصوص نہیں بلکہ اِجتہادی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ایک ایسا معاشرہ جہاں بلاسود قرضے کا ملنا ناممکن ہے۔ ایسے میں اگر مورگیج کی سہولت سے فائدہ اُٹھا کر گھر نہیں بنائیں گے تو مسلمان معیشت میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائیں گے۔

ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ مغربی دُنیا کی غیرمسلم حکومتوں میں جا بسنے والے مسلمان تنخواہ، سوشل سیکیورٹی، madicalbenefit اورpantion وغیرہ جس خزانے سے لے رہے ہیں، کیا وہ حلال ذرائع پر مشتمل ہے؟ یقیناً اُس میں شراب اورخنزیر کا سیل ٹیکس اور سود کا پیسہ

بھی شامل ہے اور وہاں کی حکومتیں سودی نظام سے اکٹھی ہونے والی رقوم سے ہی اُنہیں سوشل سیکیورٹی سمیت تمام فوائد دے رہی ہے۔ جب مسلمان کسی ایسے غیر مسلم ملک میں رہ رہے ہوں جہاں اِسلام کا نظام موجود نہ ہو اور وہ اپنے معاش، رہائش اور کاروبار کے لئے اُنہیں ٹیکس بھی دے رہے ہیں تو وہاں آپ بطور شہری مورگیج سمیت اُن کے نظام کی تمام سہولیات سے بھی فائدہ لے سکتے ہیں۔ مسلمان اقلیت ہیں، قانون اُن کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ سودی نظام کو ختم کر سکیں، اس لئے وہاں بسنے والے مسلمانوں پر اَحکام کا اِطلاق نہیں ہوگا۔

(برائے مزید معلومات ملاحظہ ہو: خطاب شیخ الاسلام، سی ڈی نمبر: 220)

الحمدللہ یہ شیخ الاسلام کی دور اندیشی تھی جس کے باعث آج 30 سالوں بعد یورپ میں مقیم مسلمانوں کی دوسری اور تیسری نسل نے قابل ذکر معاشی مقام حاصل کرلیا۔ وہ ملکی سیاست اور کاروبار میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ کئی ممالک کی نیشنل اسمبلی اور لوکل اسمبلیوں کے ممبر اور برطانیہ کے کئی شہروں کے میئر مسلمان ہیں۔ یورپ کے کاروباری طبقے میں شامل مسلمان ہوں یا تعلیم یافتہ ملازم طبقے میں وہ ہر جگہ اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں مکمل حصہ دار ہیں۔

(۵) یورپ میں مسلمانوں کی اقامت (Intigrations) کا چیلنج

پاکستان سے جا کر یورپ میں settel ہونے والے مسلمان وہ تھے جو کسی دوسرے مسلک کی مسجد میں اللہ کی عبادت کرنے نہیں جاتے تھے۔ مختلف مسلک اور عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے ہاتھ ملانا ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جو مسلمانوں کے کسی دوسرے مسلک کی مذہبی تقاریب میں شریک نہیں ہوتے تھے اب انہیں ایک ایسے معاشرے میں ایڈجسٹ ہونا تھا جہاں اس کا پڑوسی یہودی یا عیسائی تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں میلوں تک مسجد موجود نہ تھی، جہاں کسی اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں حلال گوشت تلاش کرنے کے لیے کلومیٹروں کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں

سکولوں میں اسلامیات کی تعلیم نہ تھی جہاں ان کے بچوں اور بچیوں کو چھٹی کلاس سے سوئمنگ اور ڈانس لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جاتا تھا۔ انہیں ایک ایسی سوسائٹی میں رہنا تھا جہاں 10 سالہ بچے کی ذاتی اور نجی زندگی میں مداخلت کی اجازت نہ تھی۔ جہاں 18 سالہ نوجوان بیٹا یا بیٹی کئی دن یا مہینے گھر واپس نہ آئے تو والدین خون کے آنسو پینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ جہاں مہینوں ہفتوں اور سالوں میں کی جانے والی اولاد کی تربیت ایک دن یا رات میں برباد ہوجانے کا خطرہ ہو۔

ان ساری آزمائشوں کے ساتھ ساتھ ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہے کہ پھر کسی نائن الیون (9/11) کے بعد ہمیں راتوں رات ملک چھوڑنا پڑسکتا ہے، کب کس وقت Imigration کے قواعد بدل جائیں۔ کب محض معمولی سے داڑھی رکھنے پر دہشت گردی میں ملوث ہونے کے الزام پر گرفتار کرلیا جائے۔ اپنے ایمان کا تحفظ کرنا، اولادوں کا ایمان بچانا، ان کی دینی تعلیم و تربیت کرنا اور پھر انہیں بہترین عصری تعلیم دے کر معاشرے کا مفید شہری بنانا ایک ایسی آزمائش تھی جس کی سنگینی کو سمجھنے کے لئے بھی کئی سال کا وقت درکار ہے۔

یہ وہ سب چیلنجز تھے اور ہیں جن کی وجہ سے ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہر انٹرویو میں دوہری شہریت اور بیرون ملک سفر کا طعنہ سننے کے باوجود، ہر لمحہ اس ملک میں رہنے اور انقلاب کی جدوجہد جاری رکھنے کی شدید خواہش کے باوجود دنیا بھر میں اپنا دعوتی و تبلیغی سفر جاری رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے اور اپنی اولادوں کے ایمان کے تحفظ کے ساتھ اس معاشرے میں ایڈجسٹ کرنے کے لیے ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو کردار ادا کیا ہے وہ 30 سالوں پر محیط ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے ہزاروں صفحات کی ضخامت درکار ہے ذیل میں ہم چند خدمات کی لسٹ شامل کررہے ہیں۔

ا۔ جب شیخ الاسلام سے پوچھا گیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جائز ہے تو آپ نے واضح کیا کہ اگر کھانے والی شے حلال ہے تو ہر ایک کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جائز ہے آپ

نے مسلمانوں اور اہل کتاب کے باہمی تعلق کو قرآن و حدیث سے واضح کیا جس سے مسلمانوں میں اس سوسائٹی میں جینے کی جرات پیدا ہوئی۔

۲۔ آپ نے 70 سے زائد ممالک میں تنظیمات دفاتر اور اسلامک سینٹر قائم کرکے یورپ میں بسنے والوں کو خدمت دین کے لیے ایک منظّم پلیٹ فارم عطا کیا۔

۳۔ ہفتہ وار حلقہ درودوفکر، ماہانہ اجتماعات، محافل میلاد، الہدایہ تربیتی کیمپ، سیمینار اور پروگراموں کا ایسا جال بچھایا کہ نوجوان نسل کو دینی و اخلاقی تربیت کے لیے مکمل ماحول میسر آیا۔

۴۔ بیرونی دنیا میں 100 سے زائد مساجد، اسلامک سینٹر اور دینی تعلیم کے مراکز قائم کیے جہاں بچوں اور ان کے والدین کے لیے روزانہ اور ہفتہ وار کلاسز کی شکل میں دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا۔

۵۔ منہاج یونیورسٹی کے سینکڑوں سکالرز کو دنیا بھر میں بھجوا کر یورپ میں مسلمانوں کی اگلی نسلوں کی تعلیم و تربیت کا مستقل بندوبست کیا۔

۶۔ افریقہ، امریکہ، یورپ اور ایشیائی ریاستوں میں اسلام دین امن و رحمت، محمد ﷺ پیغمبر امن و رحمت، انسانی حقوق اور بین المذاہب رواداری پر سینکڑوں نہیں 30 سال میں ہزاروں کانفرنسز، سیمینارز اور اجلاسز منعقد ہوئے۔ ویمبلے ارینا میں تمام مذاہب کو جمع کرکے امن کے قیام کے لیے دعا مانگی گئی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے تمام مذاہب کے افراد کو جمع کرکے اسلام اور پیغمبر اسلام کی امن کے قیام اور فروغ میں خدمات کو تفصیل سے واضح کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان رحمت پر خطاب فرمایا۔ بیسیوں ٹی وی چینلز پر انٹرویز دیئے سینکڑوں یونیورسٹیز، کالجز اور اداروں میں اسلام کے تصور جہاد پر خطابات کیے۔ ہر موقع پر سوال و جواب کی نشستیں منعقد کیں۔ اس طویل جدوجہد کے نتیجے میں یورپ کے مسلمانوں کا وقار بلند ہوا انہیں عزت اور جرات کے ساتھ جینا نصیب ہوا۔

۷۔ یورپ کے کئی ممالک میں حکومتوں کے ساتھ مل کر مصالحتی کونسلز کا قیام کیا تاکہ یورپ میں مقیم پاکستانی مسلمانوں کے گھریلو اور ازدواجی مسائل کو عدالتوں میں لے جانے کے بجائے مصالحتی کونسلز میں حل کرلیا جائے۔

۸۔ دنیا بھر میں دہشت گردی کے اکثر واقعات میں مسلمانوں کے ملوث ہونے کی وجہ سے عالم کفر مسلمانوں سے جو نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے ردعمل میں مسلمانوں میں بھی نفرت کے جذبات اُبھرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر میں امت مسلمہ پر ہونے والے ظلم و ستم کے باعث مسلمانوں میں انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اسلام اور کفر کے درمیان نہ ختم ہونے والی نفرت اور جنگ کا آغاز ہونے کا خطرہ تھا۔ شیخ الاسلام نے الہدایہ کیمپوں کے ذریعے یورپ کے مسلمانوں کو انتہا پسندی سے بچانے اور دہشت گردی میں ملوث ہونے سے روک کر یورپ میں مسلمانوں کا مستقبل محفوظ کردیا ہے۔

(٦) مسئلہ رؤیت ہلال اور اس کا حل

رمضان المبارک کا آغاز کب ہوگا، عید الفطر کب ہوگی، ذی الحجہ کا چاند کب نظر آئے گا یہ وہ سوالات تھے جن کا دوٹوک جواب نہ ملنے اور ایک ہی ملک میں دو دو عیدیں ہونے پوری دنیا اور خصوصاً یورپی معاشرے میں مسلمانوں کی جگ ہنسائی ہو رہی تھی۔ اگرچہ یہ مسئلہ خالصتاً سائنس کی شاخ فلکیات سے تعلق رکھتا تھا لیکن شیخ الاسلام نے اس پر مکمل تحقیق کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کی رہنمائی کی:

وہ اُصول جن کی بنیاد پر سورج، چاند اور زمین اپنے اپنے مدار میں حرکت پذیر ہیں، اُن کے طلوع و غروب کے حسابات، اُن کی گردشیں، رفتاریں اور اوقات، ان کے باہم زاویے اور فاصلے، چاند کا زمین اور اپنے فلک کی نسبت سے مدار کو مکمل کرنا اور سورج کی نسبت سے بھی اپنے مدار کی تکمیل کرنا، الغرض اُن کے بارے میں نہ صرف دنوں، گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈز تک کی تفصیلات حتمی و قطعی طور پر معلوم ہو چکی ہیں بلکہ ایک سیکنڈ کے قلیل

ترین حصے کا وقت بھی پوری صحت وقطعیت کے ساتھ شمار میں آ چکا ہے اور عرصہ ہائے دراز کے مطالعہ و مشاہدہ کے بعد یہ تمام اعداد وشمار باقاعدہ حساب وکتاب اور فارمولوں کی شکل میں 2+2=4 کی طرح قطعی ویقینی علم کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں، اِس لئے علم الهیئت اور علم الرؤیہ اب فی الحقیقت ''علم الحساب'' بن گیا ہے۔

علم فلکیات میں رؤیت ہلال کی پیشن گوئی کے لئے تاریخی لحاظ سے اب تک تین مختلف ضابطے معروض وجود میں آئے ہیں۔

ا۔ قدیم ضابطہ (دورِ بابل کا پیمانہ)

اس ضابطہ کے مطابق رؤیت ہلال کی پیشن گوئی کے لئے درج ذیل دو پیمانے استعمال ہوتے تھے:

ا۔ چاند کی عمر......قران (ولادت قمر) سے وقت رؤیت تک ہلال کی عمر کیا ہوگی؟

۲۔ غروب آفتاب (Sun set) سے غروب ماہتاب (Moon set) تک کتنا وقت Lagtime درمیان میں ہوگا؟ گویا چاند غروب آفتاب کے کتنی دیر بعد غروب ہو گا؟ اسے CriteriaAnciant کہتے ہیں۔

۲۔ وسطی ضابطہ (دورِ اسلام کا پیمانہ)

اس دور کا رؤیت ہلال کی پیشن گوئی کا پیمانہ جو 8ویں صدی عیسوی سے تاحال رائج اور متداول رہا ہے، یہ ہے کہ وقت رؤیت چاند کے سورج سے فاصلے کا زاویہ معلوم کیا جائے اسے MedievalIslamicCriteria کہا جاتا ہے۔

۳۔ جدید ضابطہ (دورِ مغرب کا پیمانہ)

موجودہ دور کی جدید تحقیقات نے رؤیت ہلال کی درست پیشن گوئی کے لئے جو

پیمانہ مقرر کیا ہے اس میں درج ذیل دو چیزیں معلوم کی جاتی ہیں:

ا۔ چاند کی غروب آفتاب کے وقت افق سے بلندی (Altitude) کتنی ہوگی؟

۲۔ چاند کا غروب آفتاب کے وقت افقی زاویہ (Azimuth) کیا ہوگا؟ اسے Modern Criteria کہتے ہیں۔ اس پیمانے پر تجربی اور علمی (Theoretical and Empirical) دونوں طریقوں سے کام ہو رہا ہے تاہم فلکیاتی رصدگار (Observatory Astronomical) اور فلکیاتی المانک (Astronomical Almanac) سے مذکورہ بالا جملہ پیمانوں کے مطابق مطلوبہ تمام معلومات بآسانی حتمی اور قطعی طور پر حاصل ہو جاتی ہیں اور انہی کے ذریعے ہی قران یعنی نئے چاند کی ولادت اور اس کے بعد رؤیت ہلال (Crescent Visibility) کے امکان یا عدم اِمکان کا علم حاصل ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث، لغتِ عرب اور سائنسی تحقیقات کی مدد سے رؤیتِ ہلال پر ضروری تحقیق کے بعد شیخ الاسلام نے رہنمائی کرتے ہوئے کہا کہ

i- اُمت کے وسیع تر مفاد میں 'رؤیت بالحساب' پر عمل کیا جائے، 'رؤیت بالبصر' پر ضد نہ ہو۔

ii- بعد اَزاں Moon Altitude، Elongation اور Lag Time (غروبِ آفتاب و ماہتاب میں وقفہ) وغیرہ میں سے جس پر بھی قوم متفق ہو اور بڑے ممالک اور علماء جس مؤقف کو بھی اپنا لیں وہی برحق ہے، اسی پر اِجماع کر لیا جائے تاکہ اِتحادِ اُمت کا مظاہرہ ہو۔ اصلِ مدعا یہ ہے کہ وحدت ہو اور اُمتِ مسلمہ اَغیار میں تماشہ نہ بنے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ Moon Altitude، Elongation اور Lag Time (غروبِ آفتاب و ماہتاب میں وقفہ) وغیرہ کی کم سے کم حد پر اِجماع کی صورت پیدا کی

جائے، کیونکہ اِن میں سے کسی کی حد زیادہ مقرر کرنے کی صورت میں کبھی قِران (Conjunction) کے بعد یکم تاریخ میں تین دن کا فاصلہ بھی آ سکتا ہے، اور اُس صورت میں ممکن ہے کہ کبھی چاند ضابطے کے تحت طے ہونے والے دن سے ایک دن پہلے نظر آ جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کم سے کم حد پر اِتفاقِ رائے ہو۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ 'رؤیت بالحساب' کے جس ضابطے پر کثیر مسلمانانِ عالم متفق رائے اِختیار کر لیں اُس پر اِجماع ہو جائے اور پوری دُنیا میں اُس پر عمل سے اِتحادِ اُمت کا مظاہرہ ہو اور یورپ اور امریکہ میں عام مسلمانوں کو مذاق کا نشانہ بننے سے بچایا جائے۔

(برائے مزید معلومات ملاحظہ ہو: خطاب شیخ الاسلام، سی ڈی نمبر: 805)

الغرض ڈاکٹر طاہرالقادری نے 30 سالہ جدوجہد میں شرق سے غرب تک پوری دنیا کو اسلام اور پیغمبر اسلام کا جو تعارف کروایا اس کے نتیجے میں الحمدللہ ہندوستان کا وزیراعظم ہو یا صدر اوبامہ چائنا کا صدر ہو یا UNO کا جنرل سیکرٹری ہر ایک نے اعلان کیا ہے، اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحمدللہ دین اسلام اب یورپ میں اپنی بقا اور دفاع کی جنگ نہیں لڑ رہا بلکہ دینِ دعوت بن کر انسانیت کو امن و سلامتی کے دائرے میں داخل کر رہا ہے۔

۳۔ انسانیت کو درپیش چیلنجز میں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا کردار

شیخ اسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے گزشتہ نصف صدی میں نہ صرف ملکی و قومی مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کیا بلکہ عالم انسانیت کو پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کیا اور انسانیت میں امن اور رواداری کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا۔ آپ نے جن جن پہلوؤں میں عالم انسانیت کی رہنمائی کی ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

دنیا کو تہذیبی تصادُم سے بچانا

ملتِ اِسلامیہ کے ہمہ گیر زوال کی وجہ سے اِسلامی تہذیب کا رُوئے اَرض پر کوئی کامل نمونہ دِکھائی نہیں دیتا، اُس کے باوجود بچی کھچی اِسلامی تہذیب کو لادِینیت پر مبنی تہذیبوں کی یلغار کا سامنا ہے۔ اِنٹرنیٹ، ٹی وی چینلز اور موبائل فون جیسے ذرائع نے فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے اور دُنیا بھر کے معاشرے تیزی سے ایک دوسرے پر اثرانداز ہونے لگے ہیں۔ دُنیا ایک Globel village بن چکی ہے اور comunication اِتنی وسیع اور تیز رفتار ہو گئی ہے کہ اُس کی وجہ سے کوئی بھی خبر سیکنڈز کے اندر پوری دُنیا میں پھیل جاتی ہے۔ یوں تہذیبوں کے ایک دُوسرے پر اَثرات بھی تیزتر ہو گئے ہیں۔ بیسویں صدی سے شروع ہونے والا ٹیکنالوجی کا حالیہ عروج دُنیا کو Globel village بنا چکا ہے۔ جو کچھ آج کل امریکہ و یورپ میں ہو رہا ہے۔ لاہور میں بیٹھا شخص اُس کا فوری اثر لے رہا ہے۔ ذرائع اِبلاغ، الیکٹرانک میڈیا، ٹی وی، کمپیوٹر، اِنٹرنیٹ اور موبائل تیزی سے مشرق و مغرب کو باہم ملا رہے ہیں اور دُنیا بھر کی تہذیبیں ایک دُوسرے پر اَثرانداز ہو رہی ہیں۔

دُوسری طرف اُنہیں یہ بھی خدشہ ہے کہ دینِ فطرت کے پیروکار ہونے کے ناطے ممکنہ طور پر مسلمان علم اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اُن کے وارِث ثابت ہو سکتے ہیں۔ اِس لئے مغربی دُنیا کا ایک شدت پسند طبقہ مغرب میں قبولِ اِسلام اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی سے خوفزدہ ہو کر یورپ اور امریکہ کے عیسائیوں کو مسلمانوں سے مسلسل خوف زدہ کرنے میں مصروف ہے اور دُنیا کو ایک ہمہ گیر تہذیبی تصادُم کی طرف دھکیل رہا ہے۔

- یہی وہ طبقہ ہے جو دُنیا میں کسی بھی جگہ ہونے والی دہشت گردی کی واردات کو کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے ساتھ جوڑنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور اُنہیں اَمن وسکون کے ساتھ جینے نہیں دیتا۔
- یہی وہ طبقہ ہے جو مسلمانوں کو آئے روز مختلف حیلے بہانوں سے مشتعل کر کے اَقوامِ

عالم کی نظر میں ایک جذباتی اور عقل سے عاری قوم ثابت کرنے پر محنت کر رہا ہے۔

- یہی وہ طبقہ ہے جو شدت پسند مسلمانوں (خوارِج) کو مختلف ممالک میں دہشت گردانہ کارروائیاں کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور بعد اَزاں میڈیا پر واویلا مچا کر فرانس جیسے مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کی تہذیبی روایات (سکارف وغیرہ) پر پابندیاں لگواتا ہے۔
- سال 2005ء میں اُسی طبقے نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے ناروے کے چند اَخبارات میں آزادیٔ اِظہارِ رائے کے نام پر پیغمبر اِسلام کے توہین آمیز خاکے شائع کروائے اور بعد ازاں سال 2010ء میں اِنٹرنیٹ پر بڑے پیمانے پر توہین آمیز خاکوں کے مقابلے کا سلسلہ شروع کیا اور سوا اَرب سے زائد مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے۔
- سال 2007ء میں اُسی طبقے نے سوئٹزرلینڈ کے مختلف شہروں میں واقع بڑے بڑے چرچوں کے میناروں پر mp3playr، گھڑی اور سپیکرز پر مشتمل خودکار ''صلاۃ باکس'' نصب کیے، پھر اُن کی مدد سے نمازوں کے اَوقات میں اَذانوں کی آوازیں بلند کیں اور لوگوں کو یہ باور کرایا کہ عنقریب اَذانوں کی یہ آواز ''ساؤنڈ بم'' (Sound Bomb) کی طرح تمہارے چرچوں کے میناروں سے نمودار ہو سکتی ہے۔ اِس ''شرارت'' کے بعد سوئٹزرلینڈ میں موجود مساجد کے میناروں کے خلاف ایک تحریک نے جنم لیا اور سال 2009ء میں ایک ریفرینڈم کے نتیجے میں سوئس حکومت کی طرف سے سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں پر پابندی عائد کر دی گئی۔

بین المذاہب رواداری کے ذریعے امن کا فروغ

شیخ الاسلام نے تہذیبوں کے مابین نفرت کے خاتمے اور امن کے لئے جو خدمات دیں اگرچہ ان کا مختصر تذکرہ سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے یہاں ہم خصوصاً تہذیبوں کے

درمیان نفرت کے خاتمے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری خدمات 37 سالہ جدوجہد پر محیط ہیں۔ان میں سے چند اہم خدمات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیاں نفرتوں کے خاتمے کے لیے مسلم کرسچین ڈائیلاگ فورم کا قیام

۲۔ عیسائیوں کو منہاج القرآن کے مراکز پر خوش آمدید کہنا اور انہیں اپنی عبادت کا موقع فراہم کرنا۔

۳۔ حضرت عیسیٰؑ کی یوم پیدائش پر عیسائیوں کے ہمراہ ولادت عیسیٰؑ منانا۔

۴۔ تمام مذاہب کو جمع کر کے عالمی امن کی دعا کرنا۔

۵۔ محمد ﷺ پیغمبر امن و رحمت کے عنوان سے ویمبلے ارینا میں عالمی کانفرنس میں ہزاروں غیر مسلموں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے امن و رحمت کے پہلوں سے متعارف کروانا۔

۶۔ پوری دنیا میں ہزاروں اجتماعات، لیکچرز اور پروگراموں میں اسلام کے تصور جہاد اور امن کے قیام میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی خدمات کی وضاحت

۷۔ دنیا بھر میں لاکھوں مسلمان نوجوانوں کو تصوف کی تعلیمات کے ذریعے متشدد کردار سے دور رکھنا۔

۸۔ فتویٰ اور عالمگیر عملی جدوجہد کے ذریعے دہشت گردوں کو فکری اور عملی طور پر تنہا کرنا۔

شیخ الاسلام کی 37 سالہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ کہ عالمی سطح پر اُمتِ مسلمہ کے خلاف نفرت میں کمی ہو رہی ہے اور دُوسری قومیں مسلمانوں کے قریب آنا شروع ہوگئی ہیں۔ وہ مسلمانوں کے تہواروں کے موقع پر اپنے ہاں ضیافتوں کا اِہتمام کرتی ہیں، جیسا کہ 2010ء میں عید کے موقع پر برطانیہ میں حکومتی سطح پر ہوا ہے۔ اِسی طرح پاکستان کے گرجا گھروں میں

بھی محافلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا اِنعقاد شروع ہو چکا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فروغِ اَمن کی پالیسیوں اور مصالحانہ کاوِشوں کا ثمر ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں پہلی بار فروری 2010ء میں BaptistChurch میں محفلِ میلاد کا اِنعقاد کیا گیا۔ یہاں تک کہ حضور نبی اَکرم ﷺ کے تمسخر کی خاطر بنائے جانے والے توہین آمیز خاکوں کے خلاف مسیحیوں نے مسلمانوں کے نبی ﷺ کے حق میں پروگرام منعقد کیے ہیں۔ اِس کی واضح مثال نولکھا پریسبیٹرین چرچ لاہور میں منعقد ہونے والا اِجلاس ہے، جس میں مسیحی برادری نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر توہین آمیز خاکوں کی اِشاعت کی پرزور مُذمت کی۔ (www.minhaj.org/uid/11835) اِسی طرح 2010ء میں Facebook پر اِس طرح کے توہین آمیز خاکے بنانے کا مقابلہ کرانے کے اِعلان پر آرگنائزر کو خود مغربی دُنیا کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، نتیجتاً یہ ناپاک مقابلہ منسوخ کر دیا گیا۔

اب یورپ میں وہاں کی حکومتیں اور دیگر منتظمین مسلمانوں کے تہواروں پر سرکاری سطح پر تقارِیب کا اِہتمام کرتے ہیں اور اُن تقارِیب میں مسلمانوں کو مدعو کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے دِینی تہواروں کے موقع پر غیر مسلم ممالک کے حکمران اور قائدین مسلمانوں کو مبارک باد دیتے ہیں اور اُن کے لیے نیک تمناؤں کا اِظہار کرتے ہیں۔ ہم ہر سال رمضان المبارک کی آمد اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر عالمی سربراہوں کے بیانات اَخبارات میں پڑھتے اور ریڈیو و ٹی-وی پر سنتے ہیں۔ سال 2010ء میں برطانیہ کے دفترِ خارجہ کی طرف سے عیدالفطر کی تقریب کا اِنعقاد کیا گیا، جہاں ہر مسلک کے علماء و مشائخ، معروف کاروباری شخصیات سمیت مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد شریک تھی اور برطانوی کابینہ کے پانچ وزراء بھی مسلمانوں کے لیے عیدالفطر کی تقریب میں آئے ۔ اِسی طرح برطانیہ کے وزیراعظم نے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر وزیراعظم سیکرٹریٹ میں پہلی بار عید ملن پارٹی کا اِہتمام کیا اور مسلم عمائدین کو وہاں دعوت دی۔ یہ تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ پروگرام کا آغاز

تلاوتِ قرآنِ حکیم سے ہوا، جب کہ پورے پروگرام کے دوران میں برطانیہ کا مشہور نعت خواں گروپ 'عاشقِ رسول' درود و سلام کا وِرد کرتا رہا۔ مغربی حکومتوں اور دِیگر سیاسی شخصیات اور سماجی و معاشرتی تنظیموں کی طرف سے اُن ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے عید ملن پارٹیز کا اِہتمام ایک معمول کی بات بن چکی ہے۔

(۲)۔انبیاء کرام کی عزت وناموس کی حفاظت

مسلمان تمام انبیاء علیہ السلام اور آسمانی کتابوں کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ جن انبیاء علیہ السلام کی اُمتیں مسلمانوں اور ان کے نبی حضور نبی اکرم ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتی اور دشمنی رکھتی ہیں مسلمان اُن کے انبیاء اور مذہبی رہنماؤں کا بھی اِحترام کرتے ہیں۔

امن اور انسانیت دشمن طاقتوں اور طبقات کی جانب سے جب کبھی فتنہ گستاخی رسالت کے ذریعے مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تو کئی مرتبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالمی راہنماووٴں کو خطوط لکھے اور تمام مذاہب کے راہنماؤں کے احترام کے لئے قوانین وضع کرنے کی دعوت دی۔

سیدنا موسیٰ علیہ الاسلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ الاسلام کے امتی یہودی اور عیسائی یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے ہاں گستاخی رسالت پر موت کی سزا کا قانون ظالمانہ ہے۔ اور وہ انبیاء کی توہین خصوصاً حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں گستاخی کو اظہار رائے کی آزادی کا نام دیتے ہیں۔ چند سال قبل ڈنمارک میں منعقدہ کانفرنس میں شیخ الاسلام نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اعتراض'' گستاخی رسالت پر موت کی سزا نعوذ باللہ ظالمانہ قانون ہے'' کا جواب دیتے ہوئے واضح کیا کہ انبیاء کی گستاخی کی سزا کے قانون کی ابتداء سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور اقدس میں ہوئی۔ آپ کے دور میں اللہ نبی اور آسمانی کتاب کی گستاخی پر رجم (پتھر مار مار کر مارنے) کی سزا تھی۔ اس کے مطابق سزائیں دی گئیں۔ اسی قانون کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں جاری رکھا گیا۔ آپ نے واضح کیا کہ ہمارے نبی ﷺ

نے آپ کے انبیاء کے بنائے ہوئے قانون کو(continue) جاری رکھا ۔آپ نے اُن کی آسمانی کتابوں کے حوالے دے کر کہا کہ تمام انبیاء علیہ السلام کی گستاخی نا قابل معافی جرم ہے لہذا کوئی یہودی ،عیسائی یا مسلمان ہے تو وہ کسی نبی کی گستاخی کی جرات نہیں کرسکتا یوں شیخ السلام نے صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی شان وعظمت کا ہی دفاع نہیں کیا بلکہ تمام انبیاءؑ کی عظمت و ناموس کا دفاع کیا اس سے دنیا بھر میں مذاہب کے درمیان رواداری کو فروغ ملا۔

حرف آخر

وقت کی قلت اور 19 فروری کی تاریخ کے قریب آنے کے باعث بار بار قلم کو روک رہا تھا تو سوالوں کی ایک طویل قطار نے میرے عقل وشعور کو پریشان کر رکھا تھا، میں ان کے جوابات تو نہیں لکھ سکا سوال آپ کو بتا دیتا ہوں ۔

۱۔ اللہ رب العزت نے جس شخص کو پوری قوم بلکہ پوری اُمت کے تحفظ کا فریضہ دے رکھا ہواس کی ذمہ داریوں کی وسعت کیا ہوگی ؟

۲۔ ایک شخص جسے اللہ رب العزت نے قوم سے بڑھ کر عقل وشعور عطاء کر رکھا ہے اس کے بارے میں قوم جماعتیں، ادارے اور سیاستدان وقت گزرنے کے بعد ہی کیوں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری صحیح کہتے تھے۔

۳۔ اللہ اپنے بندوں کو کیسا حوصلہ عطاء کرتا ہوگا جس سے وہ تنہا عوام کی بے حسی، حرام خور اور بے ضمیر حکمرانوں کے ظلم حتیٰ کہ عقل وشعور اورفہم وفراست رکھنے والے مؤثر طبقات کی خاموشی کے باوجود استقامت کے ساتھ اسی قوم کی بہتری کے لئے جدوجہد جاری رکھتے ہیں۔

۴۔ مجھے اس شخص کے صبر کی وسعت کی پیمائش کا کوئی پیمانہ نہیں ملا، جس کے ایک سو ساتھوں کو گولیاں مار دی جائیں، چودہ کو شہید کر دیا جائے، اُسے تین سال عدالتوں کے دھکے

کھانے پڑیں، جبکہ اس کی مٹھی میں لاکھوں جان قربان کرنے والے کارکنان ہوں، اس سے وابستہ لوگ اور ادارے پوری دنیا میں پھیلے ہوں، پھربھی وہ قانون کو ہاتھ میں نہ لے، میڈیا پر قوم کے سامنے عدالت سے انصاف کی درخواست کرے اور عدل سے خالی ایوانِ عدل کی زنجیر کھٹکھٹاتا رہے۔

۵۔ میں سوچتا رہا کہ اس قوم کو کیسے سمجھایا جائے کہ جو شخص پوری دنیا میں اربوں ڈالرز کی مالیت کے ادارے بنوائے، ہزاروں خطابات اور سینکڑوں کتب کی ماہانہ کروڑوں کی آمدن سے ایک روپیہ نہ لے، جس کی دو نسلیں ایک چھوٹے سے مکان میں زندگی گزار دیں، اسے اس قوم سے کیا مفاد ہوسکتا ہے؟

۶۔ میں سوچ سوچ کہ ہنستا ہوں کہ جس قوم کے ججوں، حکمرانوں، ان کی اولادوں اور تمام مؤثر طبقات کی اکثریت کئی کئی ممالک کی شہریت رکھتی ہو، بعض نے سیاسی عہدوں کے باعث وقتی طور پر دوہری شہریت معطل کررکھی ہو، بقیہ کے پاس کئی کئی ممالک کے اقامے مو جود ہوں، ہر حکمران نے خوشی کے تہوار عید وغیرہ منانی ہو یا بیماری کا علاج کروانا ہو وہ بیرونِ ملک سے کروائے، جس قوم کا ہر فرد اپنے بچوں کو باہر بھجوانے اور سیٹل کروانے کا خواہشمند ہو، وہ ڈاکٹر طاہر القادری کو دوہری شہریت کا طعنہ دیے۔

۷۔ کئی بار اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاید یہ شخص جسے کئی صدیوں بعد پیدا ہونا تھا اللہ نے اِسے وقت سے پہلے اِس قوم میں بھیج دیا ہے۔

۸۔ اس ہستی، اس کی جماعت اور کارکنان پر اللہ کا کتنا فضل اور کرم ہو گا کہ 37 سال سے حکمران اس کے مخالف، مذہبی طبقات اسکے مخالف، سرمایا دار جاگیر دار اس کے مخالف، امن دشمن ساری طاقتیں اس کی مخالف، ادارے مؤثر طبقات اور عوام اسکا ساتھ دینے کو تیار نہ ہوں مگر اس کی قوت، طاقت اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے۔

۹۔ دیر تک یہ تلاش کرتا رہا کہ قرونِ اُولیٰ میں یہ اَخلاقی معیار کن کن ہستیوں کا تھا کہ

لوگ گالیاں دیں، مذاق اڑائیں، ہر ٹی وی اینکر کرید کرید کر طنز کرے، کرائے کے ملاں ننگی گالیاں دیں، حکمران اور ان کے گماشتے بازاری اور بے ہودہ زبان استعمال کریں، لیکن جواب میں وہ بدترین دشمن اور چودہ کارکنان کے قاتل کا نام بھی صاحب کہے بغیر نہ لے، لاکھوں جانیں قربان کرنے والے کارکنان کے درمیان گالیا ں دینے والے دشمن بھی بے خوف خطر آجائیں، جو پوری جدوجہد میں اپنے کارکنوں کو دشمنوں کا دشمن نہیں نظام کا دشمن بنائے اورقوم کو وطن کا وفادار بنائے ۔

۱۰۔ تعجب اس کے اَخلاق کی عظمت پر جس کے وفادار کارکنان کو دشمن اپنا ذاتی محافظ بنانے میں بھی خوف محسوس نہ کریں۔سوالات کی فہرست بھی طویل ہوتی جارہی ہے ایک شخص کی جدو جہد سے تاریخ کیسے تبدیل ہوتی جا رہی ہے اور بدل جائے گی اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے شاید ہمیں نصف صدی کا وقت درکار ہوگا اس مضمون کو یہیں مکمل کرتے ہیں ۔

اے میرے قائد تجھے تاریخ سلامی دے گی
آبرو خاک میں بدخواہ کی رل جائے گی
وہ حقیقت جو نگاہوں سے ابھی اوجھل ہے
وقت آیا تو ہر اک شخص پہ کھل جائے گی